رمضان نے مجھے کیا سکھایا؟
ہر سحر، ہر افطار۔۔۔ایک نیا سبق، ایک نیا احساس
مصنفہ: طاہرہ فاطمہ
tahira.fatima158@outlook.com

رمضان نے مجھے کیا سکھایا

مصنفہ

طاہرہ فاطمہ

انتساب

میرے پیارے **"امی اور ابو"** کے نام!

جن کی دعاؤں کی چھاؤں میں میری ہر دعا نے اثر پایا۔ جن کی قربانیوں، تربیت، اور بے لوث محبت نے مجھے زندگی کا سلیقہ سکھایا۔ جن کی آنکھوں کی روشنی میں میرا خواب پروان چڑھا، اور جن کے سجدوں کی نمی نے میری راہوں کو روشن کیا۔

میری یہ کوشش، میری یہ تحریر، میرے رب کے بعد اگر کسی کا حق ہے تو وہ آپ دونوں کا ہے۔

طاہرہ فاطمہ

فہرست مضامین

پیش لفظ

جب میں نے اس کتاب کا پہلا جملہ لکھا، میرے دل میں صرف ایک خواہش تھی: "کاش میرے الفاظ کسی کے دل کو چھو لیں۔۔۔ جیسے رمضان نے میرے دل کو چھوا تھا۔"

یہ تحریر علم کی بنیاد پر نہیں، بلکہ احساس کی شدت پر لکھی گئی ہے۔ رمضان کا ہر لمحہ، ہر سحر، ہر افطار، ہر دعا... میرے دل میں کوئی نہ کوئی سوال چھوڑ جاتا تھا۔ اور انہی سوالوں کے جواب، میں نے خود اپنے اندر ڈھونڈے۔ یہ کتاب میری طرف سے آپ سب کے لیے ایک دعوت ہے — دل کے ساتھ رمضان جینے کی، نہ صرف گزارنے کی۔ اگر میری یہ سادہ سی کوشش، کسی ایک دل کو بھی رب کی طرف پلٹنے میں مدد دے دے، تو میں سمجھوں گی، میری کتاب کا مقصد پورا ہو گیا۔

طاہرہ فاطمہ

9 شوال المکرم 1446ھ

8 اپریل 2025

ضبطِ نفس: بندگی کا پہلا زینہ

ہر انسان کے اندر ایک طاقتور دریا بہتا ہے۔۔۔ خواہشات کا دریا۔۔۔ یہ دریا نفس کی سرزمین میں بہتا ہے، جسے اگر چھوڑ دیا جائے تو وہ سب کچھ بہا لے جاتا ہے۔۔۔ حیا، غیرت، مقصد، عبادت، حتیٰ کہ انسان کی انسانیت بھی۔

رمضان میں ہم نے پہلی بار سیکھا کہ اس دریا کو بند بھی کیا جا سکتا ہے۔۔۔ ہم نے "چاہنے کے باوجود" خود کو روکا۔ اور اسی لمحے، ایک عجیب سی روشنی دل میں اترنے لگی۔ کیوں؟ کیونکہ وہی لمحہ عبودیت کا نقطۂ آغاز تھا۔ جب ایک بندہ اپنی چاہت کو رب کی چاہت کے نیچے رکھ دیتا ہے، وہ بندہ عام انسان نہیں رہتا۔۔۔ وہ "عبد" بننے لگتا ہے۔

رمضان میں ہم نے کھانے، پینے، سونے اور یہاں تک کہ غصہ، نفرت اور کینہ جیسے جذبات پر بھی قابو پایا۔ لیکن یہ صرف ایک تربیت تھی۔۔۔ اصل امتحان تو اب شروع ہوا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ" (النازعات: 4140)

"اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو بری خواہشات سے روکتا رہا، تو یقیناً جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

یہ آیت گویا رمضان کا نچوڑ ہے۔ ہم نے جو خود کو روکا، وہ محض ثواب کمانے کے لیے نہیں تھا، بلکہ اپنے نفس کو جہنم کے راستے سے موڑنے کے لیے تھا۔

علماء کے مطابق نفس کی تین حالتیں ہوتی ہیں: نفسِ امّارہ—جو برائی کا حکم دیتا ہے۔ نفسِ لوّامہ—جو برائی پر ملامت کرتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ—جو اللہ سے راضی، اور اللہ جس سے راضی۔ رمضان میں ہم نے شاید پہلی بار اپنے نفسِ امّارہ کو دبایا اور نفسِ لوّامہ کی آواز سنی۔ وہ دل کی خلش۔۔۔ وہ احساسِ ندامت۔۔۔ وہ آنکھ سے بہتا آنسو۔۔۔ یہ سب دل کے بیدار ہونے کی علامت تھے۔ اور اگر ہم نے مسلسل کوشش کی، تو ہمیں نفسِ مطمئنہ کی طرف بڑھنے کا موقع ملا۔۔۔ وہ مقام جہاں خواہشات مات کھا جاتی ہیں، اور اللہ کی رضا سب کچھ بن جاتی ہے۔

نفس ہمیں دھوکہ دیتا ہے، یہ کہہ کر: "بس تمہارا دل خوش ہو جائے، باقی سب ثانوی ہے۔" مگر رمضان ہمیں سکھاتا ہے: "تمہارا دل صرف رب کی رضا سے خوش ہو، ورنہ یہ سکون تمہیں بظاہر ملے گا، حقیقت میں چھن جائے گا۔"

ہم نے دیکھا: روزہ کی حالت میں ایک نظر، ایک جھوٹ، ایک غصہ بھی دل کا سکون چھین لیتا تھا۔اور اللہ کے لیے رو لینا، کسی کو معاف کر دینا، بھوکا سونا۔۔۔دل کو روشنی سے بھر دیتا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کو دو حقیقتوں کا علم ہوتا ہے: خواہش پوری ہونے میں لذت ہے، لیکن اللہ کے لیے روکنے میں نور ہے۔

نفس کہتا ہے: "خود کو خوش کرو" اور روح کہتی ہے: "اللہ کو راضی کرو، تم خود بخود خوش ہو جاؤ گے"۔ ہم سمجھتے ہیں روزہ بھوکا رہنے کا نام ہے، لیکن نہیں۔۔۔ روزہ دل کے تخت پر نفس کی بادشاہت کو ہٹا کر رب کی حکمرانی قائم کرنے کا اعلان ہے۔

روزہ کہتا ہے: "اگر تم اپنی بھوک پر قابو پا سکتے ہو، تو تم اپنی شہوت پر بھی قابو پا سکتے ہو۔ اگر تم پانی کے قطرے کو اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پیتے، تو تم کسی کا دل بھی رب کی رضا کے خلاف نہیں توڑ سکتے۔"

اب میرے دل سے ایک سوال ہے: رمضان تو چلا گیا، لیکن کیا میں اپنی نگاہ، اپنی زبان، اپنی نیت، اپنے نفس کو قابو میں رکھ رہی ہوں؟ کیا میں اس "نفس" سے لڑ رہی ہوں، یا اس کے ہاتھوں ہار مان چکی ہوں؟ کیا میں اپنے نفس کو روز رب کے سامنے پیش کرتی ہوں اور کہتی ہوں: "یا اللہ! آج بھی میں نے تیری رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا۔۔۔"

رمضان کے بعد کی اصل جنگ "میں چاہتا ہوں" اور "اللہ کیا چاہتا ہے" ہوتی ہے۔ جب کوئی بات دل کو بھا جائے، لیکن شریعت روکے۔۔۔ جب زبان کچھ کہنے کو مچلے، لیکن ضمیر روک لے۔۔۔ جب نظر بھٹکنے لگے، لیکن تقویٰ سنبھال لے۔۔۔ یہی وہ لمحات ہوتے ہیں جہاں رمضان کا اصل سبق یاد آتا ہے۔ کیونکہ ضبطِ نفس، ایک دفعہ کے صبر کا نام نہیں۔۔۔ بلکہ ہر دن، ہر لمحہ، ہر فیصلہ۔۔۔ اللہ کی رضا کو اپنی رضا پر ترجیح دینا ہے۔

کبھی سوچا؟ ہم روزہ افطار کرتے وقت پانی کو لبوں تک لا کر، اذان کا انتظار کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک لمحے کی تاخیر بھی تکلیف دہ ہوتی ہے، پھر بھی ہم اذان کے بغیر نوالہ نہیں لیتے۔ یہی ہمارا عملی اعلان ہوتا ہے: "یا اللہ! تو کہے گا تب ہی میں اپنی خواہش پوری کروں گا۔۔۔" اگر ہم صرف اس ایک سبق کو اپنی زندگی میں اتار لیں۔۔۔ تو ہم واقعی رمضان سے کچھ پا گئے۔

آخر میں ایک التجا، ایک دعا ہے: "یا رب! ہم کمزور ہیں، ہمارا نفس ہم پر حاوی ہو جاتا ہے۔۔۔ لیکن تُو سب سے بڑا ہے۔ ہمیں وہ قوت عطا فرما، جو خواہش کے سمندر کو عبور کر جائے، ہمیں وہ قلب عطا فرما، جو ہر فیصلہ تیری رضا کے تابع کرے۔ اور ہمیں وہ آنکھیں عطا فرما، جو تیرے خوف سے نم رہیں۔۔۔"

خاموشی کی طاقت: زبان کی حفاظت کا سبق

رمضان وہ موسمِ نور ہے، جب دل بولنے لگتے ہیں اور زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ لمحے ہوتے ہیں جب انسان کو پہلی بار یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ "بولنا ایک طاقت ہے۔۔۔اور خاموش رہنا، اس طاقت کا اختیار۔"

ہم نے محسوس کیا کہ خاموشی صرف الفاظ کی کمی نہیں، بلکہ "روح کا رب کی طرف جھکنا" ہے۔ جب انسان خود کو روک لیتا ہے، تو رب اُس کے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس رمضان، ایک نیا منظر دل میں اُبھرنے لگا۔۔۔ میں چپ تھی، لیکن میرا ضمیر بول رہا تھا۔ میں خاموش تھی، لیکن میری روح رب سے سوال کر رہی تھی:

"یارب! کیا تو میرے سکوت کو بھی سن رہا ہے؟"

اور دل کے کسی گوشے سے جواب آیا:

"ہاں، میں تمہارے صبر کو، تمہاری خاموشی کو، تمہاری ٹوٹ پھوٹ کو جانتا ہوں۔۔۔"

روزہ صرف پیٹ کا بھوکا رکھنا نہیں۔۔۔ یہ زبان کی پیاس بجھانے سے بھی رکنے کا نام ہے۔ ہم نے سیکھا کہ کسی کو نیچا دکھانے سے رک جانا، بدلے کے لفظوں کو نگل لینا، دلیل کی جگہ دعا کو ترجیح دینا اور جذبات کے شور میں خاموشی کا انتخاب کرنا یہ سب ضبطِ نفس کی وہ سطحیں ہیں جہاں انسان "ظاہر" سے نکل کر "باطن" میں داخل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"كلمة طيبة صدقة"

"اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری)

اور کبھی تو بات اچھی ہو کر بھی غیر ضروری ہوتی ہے۔ رمضان میں میں نے پہلی بار محسوس کیا کہ بعض اوقات خاموشی ہی سب سے بڑا صدقہ ہے۔۔۔ کیونکہ وہ دلوں کو بچا لیتی ہے۔۔۔ رشتوں کو جوڑ لیتی ہے۔۔۔ دل کے اندر اک سکون بسا دیتی ہے، جو بولنے سے پہلے کبھی نصیب نہ تھا۔ خاموشی صرف چپ رہنا نہیں۔۔۔ ایک شعور ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" (ق: 18)

"انسان جو بھی بات کرتا ہے، اُس پر نگران مقرر ہوتا ہے، ہر وقت تیار رہنے والا۔"

یہ آیت رمضان میں مجھ پر ایسے کھلی جیسے پہلے کبھی نہ کھلی تھی۔ مجھے لگا جیسے ہر لفظ، ہر جملہ، ہر ردعمل کسی غیبی قلم میں نقش ہو رہا ہے۔ تو میں کیوں نہ خاموش ہو جاؤں؟ کیوں نہ اپنے ہر لفظ سے پہلے "اللہ کا خوف" اور "اللہ کی رضا" کو دیکھوں؟

اکثر ہم سمجھتے ہیں کہ دعا وہ ہے جو الفاظ سے کی جائے، مگر رمضان نے سکھایا کہ خاموشی بھی ایک سجدہ ہے۔۔۔ وہ سجدہ جو انسان زبان سے نہیں، دل سے کرتا ہے۔ جب دل کی گہرائیوں سے ایک آہ نکلے: "یا اللہ! میں سب کہہ سکتی تھی، مگر تیری رضا کے لیے خاموش رہی۔۔۔" تو شاید وہ آہ، ہزاروں دعاؤں سے زیادہ مقبول ہو جاتی ہے۔

اب جب رمضان جا چکا ہے۔۔۔ کیا میں زبان کی حفاظت جاری رکھوں گی؟ کیا میں ہر بات کہنے سے پہلے رکوں گی؟ کیا میں وہ دل بن سکوں گی، جو کہنے سے پہلے سوچے: "کیا یہ رب کی رضا کا ذریعہ بنے گا؟"

اے ربِ کریم! ہماری خاموشیوں کو عبادت بنا دے، ہمارے ضبط کو نیکی بنا دے، ہمارے الفاظ کو ایسا نور عطا فرما جو دلوں کو روشن کرے، نہ کہ زخمی۔ ہمیں وہ

سکوت عطا کر جو تجھ سے قریب کرے، اور وہ زبان دے جو تیری رضا کے سوا کچھ نہ کہے۔ بس یہی دعا ہے۔۔۔اور یہی عہد بھی۔ آمین یارب العالمین!

وقت کی قدر: رمضان کا چھپا ہوا خزانہ

رمضان آیا۔۔۔ اور جیسے ہی آیا، وقت کی رفتار بدل گئی۔ ہر دن بھاگنے کی بجائے تھم سا گیا، فجر کے بعد کی دھیمی روشنی، عصر کے بعد کی خاموشی، افطار سے پہلے کی بے چین دعائیں، قرآن کی تلاوت کے درمیان گزرتے ہوئے وہ انجان لمحے۔۔۔ یہ سب ہم سے کچھ کہنے لگے "اب میں قیمتی ہوں۔۔۔ مجھ سے وہ لو جو باقی مہینوں میں کھو گیا تھا۔ میں لمحہ ہوں۔۔۔ میں وقت ہوں۔۔۔ اور میں تمہیں رب سے جوڑنے آیا ہوں!"

ہم نے دیکھا: سحری کے چند لمحے اذکار میں گزرے، تو پورا دن ہلکا لگنے لگا۔ قرآن کی ایک آیت صبح کے وقت پڑھی، اور دل شام تک روشن رہا۔ افطار سے ایک منٹ پہلے مانگی گئی دعا، دل کے سب پردے ہٹا گئی۔ یہ وہی لمحے تھے جنہیں ہم باقی سالوں میں ضائع کر دیتے تھے، اور رمضان نے ہمیں پہلی بار بتایا کہ:

"وقت صرف گھڑی کی سوئیاں نہیں، یہ تمہاری زندگی کے صفحات ہیں جن پر تمہارے اعمال لکھے جا رہے ہیں۔" ہم نے جانا کہ وقت ایک "نعمت" ہے اور اس نعمت پر بھی پوچھا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت۔" (صحیح بخاری)

رمضان نے سکھایا کہ فرصت کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ وہ لمحہ ہے جو یا تو نیکی بن سکتا ہے، یا حسرت۔ ہم نے محسوس کیا: جب فجر کا وقت گزرتا ہے، اور ہم سوتے رہتے ہیں۔۔۔ صرف وقت نہیں جاتا، ایک "موقع" جاتا ہے۔۔۔ ایک "تقرب کا لمحہ" جاتا ہے۔۔۔ جب ہم دن کا وقت فضول باتوں میں گنوا دیتے ہیں۔۔۔ صرف منٹ نہیں گرتے، بلکہ "ثواب کے سکے" چھن جاتے ہیں۔ رمضان میں وقت کو ہم نے شمار کیا۔۔۔ "ابھی دو رکعت پڑھ سکتے ہیں، ابھی ایک سورت سن سکتے ہیں، ابھی ایک دعا مانگ سکتے ہیں۔۔۔"

اور جب عید آئی۔۔۔ تو لگا جیسے وقت پر بھی پردہ پڑ گیا ہو۔۔۔ وہی وقت جو روشنی تھا، اب پھر سے بوجھ لگنے لگا۔ تب دل نے دھیرے سے کہا: "تم نے رمضان میں

وقت کو عبادت بنایا، کیا اب دوبارہ اسے غفلت میں بہادو گی؟"قرآن میں وقت کی قسم کھائی گئی:

"وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ (العصر: 21)

"زمانے کی قسم، یقیناً انسان خسارے میں ہے۔"

رمضان میں یہ آیت مجھے بہت گہری محسوس ہونے لگی۔۔۔ ہم واقعی خسارے میں رہتے ہیں جب وقت صرف دنیا کے لیے استعمال کریں، اور رب کو بھول جائیں۔

اب سوال یہ ہے: رمضان جا چکا۔۔۔ کیا ہم اب بھی دن کے چند لمحے رب کے نام کر سکیں گے؟ کیا ہم وقت کے اس قیمتی احساس کو باقی گیارہ مہینوں میں بھی زندہ رکھ سکیں گے؟ یا صرف رمضان کا وقت ہی مقدس تھا، اور باقی سب ہماری مرضی؟

بس یہی دعا ہے یا اللہ! ہمیں وقت کی قدر عطا فرما، ہمیں ہر لمحہ تیری رضا کے لیے جینے کی توفیق دے، اور جب ہم گھڑی دیکھیں، تو دل میں یہ خیال آئے "اس وقت کے بدلے میں کل میں کیا لے کر جاؤں گا؟" آمین، یارب العالمین!

سادگی میں سکون ہے!

اس بار ہر سال کی طرح نہ افطاری کی رنگا رنگ میز سجی، نہ کپڑوں کی لمبی فہرست بنی، نہ بازاروں کی رونق دل کو کھینچ سکی۔۔۔اور پہلی بار احساس ہوا کہ جب زندگی سادہ ہوتی ہے، تو دل ہلکا ہوتا ہے۔۔۔اور جب دل ہلکا ہوتا ہے، تو رب قریب لگتا ہے۔

میں نے سیکھا۔۔۔کم کھانے سے پیٹ نہیں، دل بھرتا ہے۔ کم بولنے سے زبان نہیں، روح پاک ہوتی ہے۔ کم خرچ کرنے سے جیب نہیں، نفس آزاد ہوتا ہے۔ رمضان نے مجھے یہ سبق دیا کہ سادگی غربت نہیں، دانائی ہے۔ یہ وہ طرزِ زندگی ہے جو ہمیں دنیا کی چمک سے ہٹا کر، دل کے سکون کی طرف لے جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف: 31)

"کھاؤ، پیو، مگر اسراف نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

ہم نے رمضان میں سادہ افطار سے روزے کھولے۔۔۔ کھجور، پانی، شاید ایک پھل۔۔۔اور دل نے کہا: "یہی برکت ہے۔۔۔ یہ قناعت ہے۔۔۔اور یہ ہی اصل سکون ہے۔"

رمضان نے سکھایا کہ ایک سادہ چٹائی پر قرآن کھولنا، صوفے پر بیٹھ کر فون گھمانے سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ خاموشی سے افطار کرنا، ہنر مندی سے پکے کھانوں سے بڑھ کر تسکین دیتا ہے۔ کپڑوں کی چمک نہیں، نیت کی پاکیزگی اصل خوبصورتی ہے۔اور یہی سادگی ہمیں وہ دل کا سکون عطا کرتی ہے، جس کی تلاش میں ہم دنیا بھر کی مصروفیات میں بھٹکتے ہیں۔

میں نے یہ بھی محسوس کیا۔۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زندگی بے حد سادہ تھی، مگر دلوں پر حکمرانی کرتی تھی۔ ایک چٹائی، چند کھجوریں، ایک خالی کمرہ۔۔۔ مگر اس میں وہ سکون تھا جو آج کے محلوں میں بھی نہیں۔

رمضان ہمیں اُس سنت کی یاد دلاتا ہے۔۔۔ جہاں کم چیزیں، زیادہ برکت لاتی ہیں۔۔۔ جہاں کم الفاظ، زیادہ تاثیر رکھتے ہیں۔۔۔ جہاں سادہ زندگی، اعلیٰ سوچ پیدا کرتی ہے۔

اوراب سوال اپنے دل سے۔۔۔رمضان تو رخصت ہوا۔۔ لیکن کیا میں اس سادگی کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی؟ کیا میں بازاروں کے شور کے بجائے دل کی خاموشی سے جڑ سکوں گی؟ کیا میں دکھاوے کی دنیا سے نکل کر رب کی رضا کی طرف پلٹوں گے؟

یااللہ! ہمیں دنیا کی چمک دمک سے بچالے، ہمارے دل کو قناعت دے، زبان کو شکر، اور زندگی کو سادگی عطا فرما۔ ہمیں وہ نظر دے جو چیزوں کی قیمت سے زیادہ ان کی برکت کو پہچانے، اور وہ دل دے جو تیرے قرب کو سب سے بڑی نعمت سمجھے۔ آمین یا رب العالمین!

قرآن سے رشتہ، دل سے جُڑنے کا ذریعہ

رمضان میں قرآن کچھ اور ہی لگتا ہے۔۔۔ جیسے کوئی پرانا، بھولا ہوا دوست، اچانک دل کے دروازے پر آکر کہے: "چلو، پھر سے بات کریں۔۔۔"ہم نے بچپن سے قرآن پڑھا، لیکن شاید رمضان پہلی بار وہ لمحہ لاتا ہے، جب ہم قرآن کو پڑھنے کے بجائے سننے لگتے ہیں۔ سننا۔۔۔ صرف کانوں سے نہیں۔۔۔ دل سے۔ جیسے ہر آیت

ہمیں ہماری اپنی کہانی سنا رہی ہو۔ ہر لفظ، جیسے ہمارے دل کے حال کا جواب ہو۔ ہر سطر، جیسے رب کی طرف سے خاص ہمارے لیے ہو۔

قرآن کہتا ہے:

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" (الرعد: 28)

"خبردار! دلوں کا سکون تو صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔"

اور قرآن؟ وہ تو اللہ کا سب سے حسین ذکر ہے۔ ایسا ذکر، جو صرف زبان کو نہیں، روح کو چھو لیتا ہے۔ اس رمضان، میں نے پہلی بار محسوس کیا کہ قرآن فقط علم کا خزانہ نہیں، یہ محبت کا خط ہے۔۔۔ رب کی طرف سے بندے کے نام ایک ذاتی پیغام۔ جب ہم قرآن کھولتے ہیں، تو وہ صرف ہمیں احکام نہیں دیتا۔۔۔ وہ ہمیں اپنے قریب بلاتا ہے۔

کبھی کسی ڈرانے والی آیت سے آنکھ بھر آتی ہے۔۔۔ کبھی کسی وعدے پر دل خوشی سے لرزنے لگتا ہے۔۔۔ کبھی کسی قصے میں اپنا عکس نظر آتا ہے۔۔۔ اور کبھی کسی آیت میں وہ سکون، جس کی تلاش دنیا میں کبھی پوری نہ ہوئی۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ تمہارا درد چھپا نہیں، تمہاری دعائیں سنی جا رہی ہیں، تم گناہ گار ہو، مگر رب رحیم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں قرآن صرف سمجھنے کے لیے ہے، مگر رمضان نے بتایا: قرآن کو محسوس بھی کیا جاتا ہے۔

روز تلاوت کرتے ہوئے کبھی آیت رک جاتی ہے۔۔۔ زبان پڑھتی رہتی ہے، مگر دل رک جاتا ہے۔ کیونکہ وہ آیت، بس دل کے اندر اُتر جاتی ہے۔ یہی قرآن سے رشتہ ہے۔۔۔ جسم سے نہیں، دل سے جڑنے کا۔ یہ رشتہ رمضان کے بعد بھی باقی رہے، تو ہی رمضان کامیاب ہے۔

اب سوال یہ ہے۔۔۔ رمضان تو گزر چکا ہے، مگر کیا میرا قرآن سے رشتہ باقی رہے گا؟ کیا میں روز ایک آیت سے دل جوڑنے کی کوشش کروں گی؟ کیا میں قرآن کو رب کی طرف سے اپنا ذاتی خط سمجھ کر کھولوں گی؟ کیا میں اس کے ہر حکم کو، ہر دعا کو، ہر قصے کو اپنے لیے پڑھوں گی؟

بس یہی دعا ہے "یا اللہ! قرآن کو ہم سب کے دل کا نور بنا دے۔۔۔ اس سے ہمارا رشتہ صرف الفاظ کا نہ ہو، احساس، ایمان، اور محبت کا ہو۔ قرآن صرف رمضان کی مہمانگی نہ کرے، ہماری زندگی کا ساتھی بن جائے۔۔۔ اور آخرت کی زندگی میں ہمارا رفیق رہے۔۔۔ آمین یارب العالمین!

اپنے رب سے بات کرنا

پہلے میں دعا مانگتی تھی۔۔۔ جیسے ایک رسمی عمل۔۔۔ ہاتھ اٹھائے، لبوں پر چند مانگیں، اور بس آگے بڑھ گئی۔ مگر رمضان آیا۔۔۔ تو اس نے دعا کا مفہوم بدل دیا۔ اب دعا، صرف الفاظ نہ رہے۔۔۔ یہ رب سے بات کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

یہ وہ لمحے تھے، جب میں نے پہلی بار اللہ سے "بات کرنا" سیکھا۔۔۔ نہ عربی میں، نہ کسی خاص انداز میں۔۔۔ بس دل کی زبان میں، خاموشی میں، سجدے میں، آنسوؤں میں۔ رمضان نے مجھے سکھایا کہ دعا وہ پُل ہے، جو مخلوق کو خالق سے جوڑتا ہے۔۔۔ دعا وہ دروازہ ہے، جو ہمیشہ کھلا ہے۔۔۔ اور دعا وہ راز ہے، جو رب کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔

دن میں جب روزے کی تھکن چُور کرتی، رات کو جب تنہائی میں دل بے قرار ہوتا، تب بس ایک دُعا کافی ہو جاتی: "یا اللہ۔۔۔ تُو سن رہا ہے ناں؟" اور عجب بات یہ کہ دل مطمئن ہو جاتا۔۔۔ چاہے جواب نہ سنا، مگر محسوس کیا — کہ کسی نے سن لیا ہے، جواب دے دیا ہے۔۔۔ سکون کے لباس میں۔

قرآن کہتا ہے:

"ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (غافر: 60)

"مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا"

لیکن رمضان نے بتایا کہ قبولیت صرف "نتیجہ" نہیں، احساس بھی ہے۔ جب دل خالی ہوتا ہے، اور ہم اسے رب کے سامنے رکھ دیتے ہیں تو وہ دعا بن جاتا ہے۔ کبھی یوں لگا کہ دعا قبول نہیں ہو رہی؟ رمضان نے سکھایا کہ "قبولیت کبھی تاخیر ہوتی ہے، کبھی تبدیلی۔۔۔اور کبھی وہی دعا، خود بندے کو بدل دیتی ہے۔"

اب جبکہ رمضان گزر چکا ہے۔اور میں ڈرتی ہوں، کہ کیا میں پھر اسی طرح اللہ سے بات کرتی رہوں گی؟ کیا دعا میری سانسوں کا حصہ بن جائے گی؟ یا میں پھر اُس رسمی عمل کی طرف لوٹ جاؤں گی؟ یااللہ! ہمیں وہ دُعا دے دے، جو دل سے نکلے، اور تجھ تک پہنچ جائے۔۔۔بے آواز، بے الفاظ، مگر بے حد قریب! معافی مانگنا، طاقت کی علامت ہے۔۔۔کمزوری نہیں

رمضان وہ مہینہ ہے، جب دل نرم پڑنے لگتے ہیں، آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، اور وہ باتیں جو سال بھر دل میں دھری رہتی ہیں۔۔۔اچانک زبان پر آ جاتی ہیں۔یہی وہ

وقت ہوتا ہے جب ہمیں سب سے زیادہ معافی مانگنے اور سب سے پہلے معاف کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ لیکن معافی مانگنا آسان نہیں ہوتا۔۔۔ کیونکہ انا بیچ میں آجاتی ہے، "میں کیوں جھکوں؟" دل کہتا ہے: "اگر میں نے معافی مانگ لی تو وہ خود کو صحیح سمجھے گا۔" مگر رمضان آکر سکھاتا ہے: "جو اپنے رب سے معافی مانگتا ہے، وہ جھکتا نہیں، بلکہ اٹھایا جاتا ہے۔۔۔"

قرآن ہمیں بار بار یاد دلاتا ہے:

"وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (آل عمران: 134)

"اور وہ جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

یعنی معاف کرنا کمزوری نہیں۔۔۔ بلکہ یہ وہ بلند مقام ہے، جہاں انسان *خود کو* جیت لیتا ہے۔ ہم دن رات اللہ سے کہتے ہیں: "یا اللہ! مجھے معاف فرما دے۔۔۔" کیا کبھی ہم نے سوچا کہ اللہ بھی ہم سے چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کو معاف کریں؟ رمضان کی راتیں گواہ ہیں۔۔۔ جب ہم روتے ہوئے سجدوں میں کہتے ہیں:

"اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني"

"اے اللہ! تُو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما دے۔۔۔"

تو کیا ہم اپنے دل میں بیٹھے اُن ناموں کو بھی معاف کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں دکھ دیا؟ یا پھر ہماری زبان پر دعا ہے، اور دل میں کینہ؟ رمضان نے سکھایا۔۔۔ جس دن ہم معاف کرتے ہیں، اسی دن ہم آزاد ہوتے ہیں۔ جس لمحے ہم "سوری" کہتے ہیں، اسی لمحے ہم خود سے بڑا بننے لگتے ہیں۔

معافی مانگنا اس لیے مشکل ہے کیونکہ وہ ہمارے نفس کو توڑتی ہے۔۔۔ مگر یہی ٹوٹنا، رب کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ وہ دل جو جھکتا ہے، وہ رب کے قریب ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا۔۔۔ کبھی کبھی کسی کو معاف کر دینے سے، دل کا بوجھ ایسا ہلکا ہو جاتا ہے کہ جیسے کوئی اندر سے آزاد ہو گیا ہو۔ اور کبھی کسی سے معافی مانگنے سے، آنکھوں سے وہ آنسو بہتے ہیں جو برسوں سے روکے گئے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں، تو کیا ہم بندوں سے بھی معافی مانگنے کو تیار ہیں؟ جب ہم اللہ سے چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے چھپے گناہ معاف کر دے، تو کیا ہم کسی کی چھوٹی غلطی کو معاف کر سکتے ہیں؟ کیا ہم رمضان کے بعد بھی وہ دل بنائیں گے جو انا کی دیواریں توڑ کر عاجزی کی راہ پر چلتا ہے؟

آخر میں دعا ہے اے اللہ! ہمیں وہ دل عطا کر، جو معافی مانگنے میں دیر نہ کرے۔۔۔ ہمیں وہ ظرف دے، جو کسی کو معاف کرنے میں تکبر نہ کرے۔۔۔ اور ہمیں وہ مقام عطا فرما، جہاں ہم تیری صفتِ عفو کے سائے میں جینے لگیں۔۔۔ آمین، یا رب العالمین!

رمضان نے مجھے میرے اصل سے ملوایا

رمضان، صرف عبادتوں کا موسم نہیں۔۔۔ یہ روح کی گہرائیوں میں اُترنے کا مہینہ ہے۔ جیسے کوئی آئینہ برسوں بعد صاف کیا جائے، ویسے ہی دل کا آئینہ رمضان میں چمکنے لگتا ہے۔اور پھر۔۔۔انسان پہلی بار اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

ہم اکثر خود کو اپنی مصروفیات، رشتوں، خواہشات، اور دنیا کے شور میں گم کر دیتے ہیں۔ ہم وہی بن جاتے ہیں جو لوگ ہمیں کہتے ہیں۔۔۔ ماں، بیٹی، دوست، طالبعلم۔۔۔ مگر رمضان آتا ہے اور آکر سوال کرتا ہے: "تم، اصل میں کون ہو؟ جب سب چھن جائے، تو کیا بچتا ہے؟ جب صرف تم اور تمہارا رب رہ جائے، تو تم کیا

ہو؟رمضان نے مجھے میرے اصل سے ملوایا۔ جب سحری کے وقت آنکھ کھلتی تو پورا گھر سورہا ہوتا۔۔۔اور تب میں نے پہلی بار جانا کہ خاموشی میں رب کی آواز سنائی دیتی ہے۔

جب افطار سے کچھ لمحے پہلے ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے،اور آنکھیں خود بخود بھیگنے لگتیں، تو دل نے گواہی دی کہ "یہی ہے تو، تیرا اصل۔۔۔ایک محتاج،ایک سوالی،ایک کمزور۔۔۔جو صرف رب کے سامنے جھکتا ہے۔"

رمضان میں مجھے پتہ چلا کہ میں کتنا کچھ بننے کی کوشش کرتی رہی۔۔۔اور میرا رب مجھے صرف "عبد" دیکھنا چاہتا تھا۔قرآن، جو پہلے شاید صرف تلاوت کی کتاب تھی، رمضان میں دل کی آواز بن گئی۔جب اللہ فرماتا ہے:

"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا، قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا"

(الشمس: 9،7)

"قسم ہے نفس کی اور جیسا اُسے سنوارا، پھر اسے اس کی برائی اور پرہیزگاری سمجھا دی۔۔۔یقیناً وہی کامیاب ہوا، جس نے اسے پاک کر لیا۔"

مجھے لگا جیسے یہ آیت میرے اندر بول رہی ہے۔ رمضان میں نفس کی آواز کمزور اور روح کی آواز تیز ہو گئی۔ میں نے پہلی بار نفس کی چالیں محسوس کیں۔۔۔اور پہلی بار خود کو روکا۔ یہیں سے اصل سفر شروع ہوا۔

رمضان نے مجھے سکھایا کہ: میں صرف جسم نہیں، روح ہوں۔۔۔میری قدر دنیا سے نہیں، رب کی رضا سے ہے۔۔۔میری اصل وہ پل ہیں جب میں خاموش ہو کر رب کے حضور آنسو بہاتی ہوں۔۔۔میرا سکون مال، شہرت یا لوگوں کی توجہ میں نہیں۔۔۔بلکہ تنہائی کی اُس دعا میں ہے، جسے صرف رب جانتا ہے۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا میں رمضان کے بعد بھی اپنی اس "اصل" کو یاد رکھ سکوں گی؟ یا پھر دوبارہ دنیا کی چمک دمک مجھے میرا اصل بھُلادے گی؟

میرے دل کی دعا ہے: یااللہ! رمضان نے مجھے مجھ سے ملوایا۔۔۔اب تُو مجھے خود سے جدا نہ ہونے دینا۔ وہ سکون، وہ قرب، وہ آنسو — جو رمضان میں تیرے ساتھ میرا رشتہ بناتے تھے۔۔۔انہیں باقی رکھنا، یارب۔

رشتوں کو نبھانے کا سلیقہ

رمضان۔۔۔ وہ موسمِ رحمت ہے جو صرف عبادت کا نہیں، محبت، معافی اور مروّت کا بھی سبق دیتا ہے۔

یہ مہینہ صرف رب سے تعلق جوڑنے کا نہیں، بلکہ مخلوق سے تعلقات سنوارنے کا موسم بھی ہے۔ یہ وہ لمحے ہیں جب بندہ اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے۔۔۔ دوسروں کو اپنے ظرف میں سمولیتا ہے۔ ہمیں پہلی بار احساس ہوا کہ عبادتیں صرف رب سے ملاتی ہیں، لیکن اچھے اخلاق رب کو ہم سے راضی کر دیتے ہیں۔ رمضان کے روزوں نے ہمیں بھوکا تو رکھا۔۔۔ مگر اناؤں کی فصیلیں گرادیں۔

ہم نے محسوس کیا کہ عبادتوں کا نور اگر ہمارے رویوں میں نہ اترے۔۔۔ اگر ہمارے دل میں نرمی نہ آئے۔۔۔ اگر ہمارے مزاج میں برداشت نہ جھلکے۔۔۔ تو پھر روزہ صرف ظاہری بھوک پیاس بن کر رہ جاتا ہے۔

ہم نے سیکھا کہ: بات کا جواب دینے کے بجائے چپ رہ جانا۔۔۔ عبادت ہے۔ کسی کا دل دکھانے کے بجائے اسے معاف کر دینا۔۔۔ بندہ نوازی ہے۔ حق پر ہو کر

بھی جھک جانا۔۔۔ رب کے قریب لے جاتا ہے۔ رشتوں کی گرہیں انا سے نہیں، عفو سے کھلتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"وہ شخص سب سے بہتر ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہو، اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔" (ترمذی)

رمضان نے یہ حدیث گویا دل پر کندہ کر دی۔ اکثر ہم باہر والوں کے ساتھ شائستہ ہوتے ہیں، اور اپنے گھر والوں پر اپنے غصے، تھکن اور بیزاری کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ لیکن رمضان نے سکھایا۔۔۔ اصل اخلاق وہ ہے جو پردے کے پیچھے ہو۔ وہ زبان، جو نرمی سے والدین سے بات کرے۔ وہ دل، جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہن بھائیوں کو معاف کر دے۔ وہ رویّہ، جو شریکِ حیات کے ساتھ برداشت کا پیکر بن جائے۔

قرآن کہتا ہے:

"وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ؟" (النور: 22)

"معاف کر دو، در گزر کرو۔۔۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے؟

رمضان میں یہ آیت میرے دل پر ٹھہر گئی۔۔۔ جیسے رب نے مجھ سے کہا ہو: "اگر میری مغفرت چاہتی ہو۔۔۔ تو دوسروں کے لیے تمہارا دل بھی کشادہ ہونا چاہیے۔"

اور میں نے سیکھا کہ رشتے دلیل سے نہیں۔۔۔ دعا سے جیتے جاتے ہیں۔ خلوص وہ طاقت ہے جو فاصلے مٹا دیتا ہے۔ بعض اوقات معافی مانگنے والا نہیں۔۔۔ معاف کرنے والا جیت جاتا ہے۔

اب جب رمضان گزر چکا ہے۔۔۔ تو اصل سوال یہ ہے: کیا میں اپنی زبان کی نرمی برقرار رکھ سکوں گی؟ کیا میں رشتوں کی قیمت پہ اپنی انا کو قربان کر سکوں گی؟ کیا میں اُن سے محبت کر سکوں گی، جو میری توقعات پر پورا نہ اترے؟

یارب! ہم نے رمضان میں ضبط سیکھا، درگزر کا ذائقہ چکھا، اور رشتوں کی قیمت جانی۔۔۔ اب ہمیں وہ دل دے، جو رمضان کے بعد بھی محبت کو چُنے۔۔۔ جو معاف کر کے ہلکا ہو جائے۔۔۔ اور جو تیری رضا کے لیے اپنے غصے کو پگھلا دے۔ آمین یا رب العالمین!

رمضان نے مجھے شکر گزاری کا سلیقہ سکھایا

رمضان کا مہینہ آیا، اور ہر روز ایک نئ نعمت کی پہچان ساتھ لے آیا۔ روزہ۔۔۔ ایک تربیت ہے۔۔۔ ایک ایسا سفر، جو صرف پیٹ کی بھوک نہیں، دل کی پیاس بھی جگا دیتا ہے۔

ایک افطاری کے وقت، جب پانی کا پہلا گھونٹ لبوں سے لگا۔۔۔ آنکھیں نم ہو گئیں۔ دل نے پہلی بار شدت سے محسوس کیا کہ "یہ صرف پانی نہیں۔۔۔ یہ اللہ کی محبت ہے، جو ہماری کمزوری پر مہربان ہوتی ہے۔" اسی لمحے دل میں ایک سوال جاگا: "جو رب پیاس کے بعد پانی دیتا ہے۔۔۔ وہ باقی وقتوں میں بھی کتنی دعائیں چپ چاپ پوری کرتا ہے؟"

رمضان نے ہمیں چھوٹی چھوٹی نعمتوں کا احساس دلایا: بجلی کا ہونا، اور کبھی کبھار چلے جانا۔۔۔ ماں کے ہاتھ کا کھانا۔۔۔ کسی کا بلا وجہ ہنس کر بات کر دینا۔۔۔ تندرستی میں سحری و افطار کرنا۔۔۔ یہ سب وہ لمحات ہیں جن میں اللہ کی مہربانی چھپی ہوتی ہے، بس دیکھنے والی آنکھ چاہیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ راتوں کو اتنی طویل نماز پڑھتے کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ تو معصوم ہیں، آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہیں۔۔۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أفلا أكون عبداً شكوراً؟"

"تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"(بخاری و مسلم)

اس ایک جملے نے شکر گزاری کا مفہوم بدل کر رکھ دیا۔ شکر صرف ملنے پر نہیں، بندگی کے جذبے سے ادا کیا جاتا ہے۔ رمضان نے دل میں یہ ادراک بٹھادیا کہ ہم رب کی نعمتوں کے محتاج ہیں۔۔۔ نہ صرف کھانے پینے میں، بلکہ ہر لمحہ، ہر سانس، ہر رشتے میں۔

رمضان کے آخری دنوں میں، جب تھکن اور سکون ایک ساتھ محسوس ہونے لگا، دل نے کہا: "یارب! تُو کتنا قریب ہے۔۔۔ میں نے سحری میں تھوڑا سا پانی مانگا، تُو نے برکت والا دن عطا کیا۔

میں نے افطاری میں دعا کی، تُو نے دل کو سکون بخشا۔ اب میں تُجھ سے مانگتی ہوں: اے میرے رب! مجھے ہمیشہ شکر گزار بندہ بنادے۔ "یہی تو اس کا وعدہ ہے:

"لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (ابراہیم: 7)

"اگر تم شکر کروگے، تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔"

رمضان گزر چکا ہے۔۔۔ لیکن اب سوال یہ ہے: کیا میں اب بھی چھوٹی چھوٹی چیزوں کا شکر ادا کروں گی؟ کیا میں ہر نعمت کو عطیہٗ ربانی سمجھوں گی؟ کیا میں شکر گزاری کو فقط زبان پر نہیں، عمل اور سوچ میں بھی اتار سکوں گی؟

یااللہ! ہمیں وہ آنکھ عطا کر جو نعمتوں کو پہچانے، وہ دل دے جو ہر حال میں راضی رہے، اور وہ زبان دے جو نہ صرف تیری حمد کرے۔۔۔ بلکہ تیری مخلوق کی شکر گزار بھی ہو۔ آمین، یارب العالمین!

دل کو پاک رکھنے کا ہنر

رمضان۔۔۔ وہ مہینہ جب نہ صرف بدن روزہ رکھتا ہے، بلکہ دل بھی بھوک محسوس کرنے لگتا ہے۔۔۔ سکون، صفائی اور روشنی کی بھوک۔اسی ماہ میں مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ دل بھی کبھی کبھی روزے پر ہوتا ہے۔۔۔ وہ روزہ جو کینے سے بچاتا ہے، غصے کو روکتا ہے، اور تکلیف کے باوجود معاف کرنا سکھاتا ہے۔دن بھر کی بھوک پیاس کے بعد جب افطار کا وقت آتا، ایک عجیب سی نرمی دل پر اُترتی۔ جیسے رب کہہ رہا ہو: "اب تُو بھی نرم ہو جا، جیسے میں تیرے لیے مہربان ہوں۔"

ہم نے سیکھا کہ دل کا سب سے بڑا میل دوسروں سے نہیں، اپنے نفس سے ہوتا ہے۔۔۔ وہ انا، جو ہمیں معاف نہیں کرنے دیتی، وہ حسد، جو دوسروں کی خوشیوں کو دیکھ کر جلنے لگتی ہے، وہ شک، جو رشتوں کو توڑ دیتا ہے۔

اور تب مجھے نبی کریم ﷺ کا وہ مبارک چہرہ یاد آیا۔۔۔ جس پر کبھی نفرت کا سایہ تک نہ تھا۔طائف کے سنگ باری میں بھی دعائے خیر۔۔۔اُمّ جمیل کے کوڑے بھی

معافی میں لپٹے۔۔۔ اور احد کے زخموں کے بیچ بھی زبان پر فقط "اللھم اھدِ قومی فإنھم لا یعلمون"

میں نے سوچا۔۔۔ میرا دل اتنا نازک کیوں ہے؟ کسی کی بات چُبھ جائے تو دن بھر بے چین، کسی کا رویہ سخت ہو تو رات کی نیند غائب، آخر کب سیکھوں گی کہ دل کو پاک رکھنے کا مطلب صرف دوسروں کے لیے نرم ہونا نہیں، بلکہ اپنے رب کے لیے خود کو ہلکا کر دینا ہے۔

رمضان نے سکھایا: کہ دل میں جگہ کم نہیں۔۔۔ بس ہم نے انا سے بھری ہوئی ہے۔ کہ سکون کا راستہ انصاف سے نہیں، عفو سے نکلتا ہے۔ کہ وہ دل روشن ہو جاتا ہے، جو دوسروں کی غلطیوں کو نگل کر رب سے صرف اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ، إِلَّا مَنْ أَتَى ٱللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء: 89،88)

جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ بیٹے۔۔۔ بس وہ دل نفع دے گا جو اللہ کے حضور پاک ہو۔

میں نے خود سے پوچھا: کیا میرا دل سلیم ہے؟ کیا میں اس دل کے ساتھ اللہ کے حضور کھڑی ہو سکتی ہوں، جس میں شکوے بھرے ہوں، زخم بھرے نہ ہوں، اور محبت کم ہو گئی ہو؟

اب رمضان جا چکا ہے۔۔۔ مگر دل کا روزہ جاری ہے۔ اب بھی ہر دن اپنے آپ کو ٹٹولنا ہے کہ: کسی کو معاف کرنے میں کتنی تاخیر ہوئی؟ کسی کی خوشی پر دل نے کیسا ردِ عمل دیا؟ کسی کے زخم پر مرہم رکھا یا نمک؟ یہی اصل ہنر ہے۔۔۔ اور یہی رمضان کا تحفہ۔۔۔ دل کو پاک رکھنے کا فن، جو ہمارا دل رب کو سونپنے کے قابل بنادے۔

یارب! ہم سب کے دلوں کو ایسا بنادے جو تیرے ذکر سے بھر جائے۔۔۔ جو شکایت سے خالی، شکر سے لبریز ہو۔۔۔ اور جو تیرے بندوں کے لیے ویسا ہی نرم ہو، جیسا تُو ہمارے لیے ہے۔ آمین یارب العالمین!

خاموش خیر خواہی کا ہنر

رمضان۔۔۔ وہ مہینہ جو دلوں کو جھکا دیتا ہے، روحوں کو نرم کر دیتا ہے، اور خاموشی کو آواز دے دیتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان ظاہری اعمال کے ساتھ

ساتھ باطنی نیکیوں کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے۔ اسی خاموشی میں، ایک ہنر دل میں اُترتا ہے۔۔۔ کسی کے لیے دل سے دعا کرنا، بغیر بتائے۔۔۔ بغیر کسی صلے کی امید کے۔

ہم نے رمضان میں پہلی بار یہ سیکھا کہ: ہر محبت کا اظہار ضروری نہیں۔۔۔ ہر خیر خواہی کو الفاظ کی ضرورت نہیں۔۔۔ بعض رشتے، بعض تعلق، صرف دعاؤں کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔۔۔ اور بعض دعائیں، بے آواز ہو کر بھی عرش تک پہنچ جاتی ہیں۔۔۔

جب ہم سحر و افطار کے لمحات میں ہاتھ اُٹھاتے تھے، تو صرف اپنے لیے نہیں۔۔۔ کسی ایسے کے لیے بھی دعا نکل جاتی تھی، جس نے دل کو چھوا ہو، جس نے کبھی درد دیا ہو، یا جو زندگی کی کسی راہ پر بچھڑ گیا ہو۔

رمضان نے سکھایا کہ خیر خواہی صرف اپنوں کی نہیں ہوتی۔۔۔ بعض اوقات وہ ان کے لیے بھی ہوتی ہے۔۔۔ جو ہمیں کبھی اپنا نہ سکے۔ قرآنِ کریم میں ایک خوبصورت دعا ہے، جو اس خاموش خیر خواہی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا۔۔۔" (سورۃ الحشر: 10)

"اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے،اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔۔۔"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ اصل خیر خواہی وہ ہے جو دل کے پردوں سے ہو، بغض اور شکایت کے بغیر۔۔۔خالص رب کی رضا کے لیے۔

اب سوال یہ ہے: کیا میں رمضان کے بعد بھی دل سے دعائیں دیتی رہوں گی؟ کیا میں اُن لوگوں کے لیے بھی بھلائی مانگ سکوں گی، جو میرے لیے ویسا نہ سوچ سکے؟ کیا میں بے صدا محبت کا وہ چراغ جلائے رکھوں گی، جو صرف رب کی رضا کے لیے جلایا تھا؟

یارب! ہمیں وہ دل عطا کر، جو دوسروں کے لیے بھلائی چاہے، جو زبان سے نہیں، نیت سے محبت کرے، جو شکایت کے بجائے دعا دے۔۔۔ اور جو تیرے لیے، تیری خاطر۔۔۔خاموش خیر خواہی کو اپنی عبادت بنالے۔آمین یارب العالمین!

راتوں کی تنہائی میں اللہ کو پکارنا

رمضان کی راتیں۔۔۔ ساکت، پر سکون، اور نور سے بھری ہوئی۔ یہ وہ لمحے ہوتے ہیں جب پوری دنیا خاموشی کی چادر اوڑھے ہوتی ہے۔ مگر ایک در کھلا ہوتا ہے۔۔۔ رحمت کا در، قبولیت کا در، قربِ الٰہی کا در۔ یہ رمضان ہی تھا جب پہلی بار رات کے آخری پہر میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ نہ کسی الارم نے جگایا، نہ کسی صدا نے بلایا، بس دل نے سرگوشی کی: "اٹھ جاؤ، رب تجھے بلا رہا ہے۔۔۔"

میں اٹھی، وضو کیا، اور سجدے میں گر گئی۔۔۔ اور پہلی بار جانا کہ دعا صرف الفاظ نہیں ہوتی، یہ وہ کیفیت ہے جو آنکھ سے بہہ جاتی ہے، یہ وہ سکوت ہے جو عرش تک سنائی دیتا ہے۔ ان راتوں میں میں نے رب سے وہ باتیں کیں جو کسی انسان سے نہ کر سکی۔ میں نے اپنے ٹوٹے دل، اپنی الجھنیں، اپنے خوف، اپنی امیدیں۔۔۔ سب اس کے سامنے رکھ دیں۔

قرآن کہتا ہے:

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ"

(البقرہ: 186)

"اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں، تو بے شک میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔"

رمضان نے یہ آیت میرے دل پر کندہ کر دی۔ مجھے لگا جیسے اللہ میرے قریب آ گیا ہو۔۔۔ یا شاید میں اُس کے قریب ہو گئی ہوں۔

اس ایک مہینے میں میں نے سیکھا کہ سجدے صرف فرض ادا کرنے کا نام نہیں، یہ دل کی گواہی ہیں۔ آنکھوں کے آنسو رب کی رحمت کو بلاتے ہیں۔ وہ خاموش دعائیں جو لفظوں میں نہیں ڈھل سکیں۔۔۔ رب اُنہیں بھی سن لیتا ہے۔

میں نے ان راتوں میں جب رب کو پکارا، تو ایسا لگا جیسے میری ہر بات اُس تک پہنچ گئی ہو، اور اُس نے میرے دل کو تھام لیا ہو۔ کبھی کبھی کچھ بدلا نہیں۔۔۔ مگر دل کے اندر ایک سکون اتر گیا۔۔۔ جیسے رب کہہ رہا ہو: "میں ہوں تمہارے ساتھ، بس تھوڑا صبر کرو۔۔۔"

اب جب رمضان اختتام پذیر ہو چکا ہے تو کیا میں ان راتوں کی وہ روشنی بچا پاؤں گی؟ کیا میں رمضان کے بعد بھی اُسی محبت سے رب کو پکار سکوں گی؟ کیا میری روح اسی خشوع کے ساتھ سجدے میں گرے گی؟

یا رب! رمضان کی تنہائیوں میں تو نے ہمیں وہ احساس دیا جو ساری دنیا نہ دے سکی۔۔۔ ہمیں وہ راتیں پھر عطا کرنا۔۔۔ وہ سجدے، وہ دعا، وہ تڑپ۔۔۔ رمضان کے بعد بھی ہمارے اندر زندہ رکھنا۔ ہمیں راتوں کی روشنی عطا فرما، اور وہ دل جو ہمیشہ تیری طرف لوٹتا رہے۔ آمین یارب العالمین!

رمضان نے مجھے عادتوں کی غلامی سے نجات دلائی

ہم سب زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر خود کو ایسی عادتوں کے حصار میں پاتے ہیں جو آہستہ آہستہ ہمیں اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ وہ عادتیں جو وقت کو نگلتی ہیں، سکون کو چھینتی ہیں، دل کو بے اطمینان کرتی ہیں۔ بعض اوقات ہم جانتے ہیں کہ ہمیں بدلنا ہے۔۔۔ مگر "عادت" کے نام پر خود کو معذور محسوس کرتے ہیں۔

پھر آتا ہے رمضان۔ رمضان نہ صرف عبادت کا موسم ہے بلکہ خود کو پانے کا موقع بھی ہے۔ یہ مہینہ گویا دل پر دستک دیتا ہے: "تم کمزور نہیں، تمہاری چاہتیں قید نہیں۔۔۔ تم جو چاہو، وہ بن سکتے ہو!"

ہم نے محسوس کیا کہ جو صبح سے شام تک اللہ کے حکم پر بھوکا پیاسا رہ سکتا ہے، جو سحری وافطاری کے وقت جاگنے کی ترتیب بنا سکتا ہے، جو ذکر، دعا، اور قرآن سے دل لگا سکتا ہے، وہ چاہے تو خود پر حاوی ہر عادت کو بدل سکتا ہے۔

رمضان نے ہمیں بتا دیا کہ ہم اپنے نفس کے غلام نہیں، بلکہ اپنی نیت کے بادشاہ ہیں۔ ہم نے سیکھا کہ وقت کی قدر ممکن ہے۔۔۔ اگر اذان کے وقت افطار کر سکتے ہیں تو باقی وقت کا نظم بھی سیکھ سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا سے فاصلہ ممکن ہے۔۔۔ جب قرآن کی تلاوت دل کو بہالے جائے، تو باقی شور ماند پڑ جاتا ہے۔ غصے پر قابو، نیند کو ترتیب دینا، فضول باتوں سے بچنا۔۔۔ سب کچھ ممکن ہے، اگر دل میں ایک ہی شوق ہو "رب کی رضا!"

قرآن کہتا ہے:

"إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ" (الرعد:11)

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے"۔

رمضان میں ہمیں یہ تبدیلی کا راز سکھایا گیا۔۔۔ کہ پہلا قدم اللہ کی طرف بڑھاؤ، باقی سفر وہ خود آسان کر دیتا ہے۔

اب جب رمضان کے دن پیچھے رہ گئے ہیں۔۔۔ تو اصل سوال یہ ہے کہ کیا میں وہی نظم، وہی سکون، وہی ضبط اپنے باقی دنوں میں لا پاؤں گی؟ کیا میں اُن عادتوں کو واقعی پیچھے چھوڑ پاؤں گی، جو صرف وقت نہیں، روح بھی زائل کرتی تھیں؟

یااللہ! جس رمضان میں تُو نے ہمیں خود پر قابو پانے کا سلیقہ سکھایا، اُس سلیقے کو ہماری زندگیوں کا حصہ بنادے۔ ہمیں اُن بندھنوں سے آزاد کر دے جو تجھ سے دور کرتے ہیں۔۔۔ اور ایسی پاکیزہ عادتیں نصیب فرما، جو ہماری روحوں کو تیرے قریب کرتی رہیں۔ آمین، یارب العالمین!

خاموش عبادت کا راز

رمضان۔۔۔ صرف دن کا روزہ اور رات کی تراویح کا نام نہیں۔ یہ وہ مقدس مہینہ ہے جو انسان کے اندرونی شور کو خاموش کر کے، اسے رب کی قربت سے ہمکلام کر

دیتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب دل بولنے لگتے ہیں، اور زبانیں رک جاتی ہیں۔ جب عبادت، اظہار نہیں رہتی۔۔۔ راز بن جاتی ہے۔

اس رمضان، عبادت کے مفہوم نے ایک نیا رُخ لیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ بعض اوقات سب سے خوبصورت عبادت وہ ہوتی ہے جو کسی کو معلوم نہیں۔ نہ کسی کو دکھانے کی خواہش، نہ سنوانے کی آرزو۔ بس ایک سجدہ، ایک آہ، ایک گم نام نیکی۔۔۔ اور اُس ذات کی بارگاہ میں پیش ہونا جس کے علم سے کوئی چیز چھپی نہیں۔

قرآن نے بھی دل کی اس حالت کو سراہا ہے:

"ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" (سورة الأعراف: 55)

"اپنے رب کو عاجزی اور چپکے چپکے پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

میں نے پہلی بار سمجھا کہ رب سے بات کرنے کے لیے بلند آواز نہیں، بلکہ جھکی ہوئی روح درکار ہے۔ وہ دعائیں جو سحر کی خاموشی میں دل سے نکلتی ہیں۔۔۔ وہ نفل جو سب کے سونے کے بعد تنہائی میں ادا کیے جاتے ہیں۔۔۔ وہ صدقہ جو دائیں ہاتھ

سے دیا جائے اور بائیں کو خبر نہ ہو۔۔۔ یہ سب خاموش عبادات ہیں، جو انسان کے باطن کو جگا کر، اسے رب سے جوڑ دیتی ہیں۔ رمضان نے سکھایا کہ نیکی وہ ہے جو چھپی ہو، دعا وہ ہے جو صرف دل جانے، اور عبادت وہ ہے جو "ریا" سے پاک ہو۔

مجھے لگا جیسے دل کہہ رہا ہو: اے رب! میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔ پر تو جانتا ہے، میں کچھ مانگنا چاہتی ہوں۔۔۔ پر تو سن لیتا ہے، میں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔۔۔ پر تو دیکھتا ہے، تو ہی کافی ہے۔۔۔ اس خاموش عبادت میں ایک عجیب قسم کا سکون ہے۔ ایسا سکون جو لفظوں سے چھن جاتا ہے، ایسا تعلق جو خاموشی سے پروان چڑھتا ہے۔

اور پھر یہ خاموش عبادت ہمارے کردار میں بھی جھلکتی ہے جب ہم کسی کی تکلیف دیکھ کر خاموشی سے دعا دے دیتے ہیں۔۔۔ جب ہم کسی کو معاف کر دیتے ہیں اور ذکر تک نہیں کرتے۔۔۔ جب ہم کسی کی مدد کرتے ہیں، اور دل ہی دل میں رب سے اس کے لیے بھلائی مانگتے ہیں۔۔۔ تو یہی لمحات وہ سچے سجدے بن جاتے ہیں جنہیں رب بہت پسند کرتا ہے۔

اب رمضان گزر گیا ہے۔۔۔ مگر یہ سوال میرے دل میں گونج رہا ہے کیا میں رمضان کے بعد بھی ایسی خاموش عبادت جاری رکھ سکوں گی؟ کیا میں اپنے اعمال کو دنیا کی آنکھوں سے بچا کر، صرف رب کی رضا کے لیے کر سکوں گی؟

یااللہ! ہمیں وہ عبادت عطا کر جو صرف تیری خاطر ہو۔ ہمیں وہ دل دے جو شور میں بھی تجھ سے خاموشی سے ہمکلام رہے۔ اور وہ عمل عطا فرما جس کا صلہ صرف تیری قربت ہو۔ آمین یارب العالمین!

روح کی بھوک کی پہچان

رمضان کی پہلی سحری کے بعد جب روزے کی نیت دل میں جاگی، تو جسم نے بھوک اور پیاس کی تیاری کر لی۔۔۔ لیکن روح نے ایک خاموش سوال کیا: "کب تک صرف جسم کو پالتی رہو گی؟ مجھے کب سیراب کرو گی؟"

یہ سوال پہلی بار نہیں تھا، لیکن اس بار دل نے سنا۔۔۔ کیونکہ دل روزے کی خاموشی میں بولنے لگا تھا۔ ہم نے جانا کہ صرف پیٹ کا خالی ہونا ہی فاقہ نہیں۔۔۔ اصل بھوک تو روح کی ہوتی ہے۔ جو سارا سال غفلت کی دھند میں ڈھکی رہتی ہے، دنیا کی دوڑ میں پیاسی رہتی ہے، اور خواہشات کے شور میں گم ہو جاتی ہے۔

دنیا ہمیں بتاتی ہے کہ زندگی "چاہنے" سے چلتی ہے۔ رمضان آکر سکھاتا ہے کہ اصل زندگی "چھوڑنے" سے ملتی ہے۔ ہم کھاتے نہیں، پیتے نہیں، صرف اس لیے

کہ کسی نے کہا۔۔۔ "میں دیکھ رہا ہوں۔" یہ ایک نگاہِ الٰہی کا شعور ہی تو ہے جو روح کو جھنجھوڑتا ہے۔

قرآن نے ایک راز کھولا:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام: 162)

"کہہ دو کہ میری نماز، میرے عبادات، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اور ہم نے رمضان میں پہلی بار محسوس کیا کہ ذکر صرف تسبیح کے دانوں میں نہیں، بلکہ ہر اس لمحے میں ہے جب ہم اپنی خواہش کو رب کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں۔

ہم نے سیکھا کہ: تلاوت قرآن روح کی غذا ہے، تہجد کی تنہائی روح کا پانی ہے، دل سے نکلا ایک سجدہ، وہ آکسیجن ہے جس کے بغیر روح دم گھٹتا ہے۔ اور وہ لمحہ جب دل میں "معاف کر دینا" آجائے، روح خود کو ہلکا محسوس کرنے لگتی ہے۔

رمضان کی راتوں میں جب جسم کمزور ہونے لگتا ہے، تب روح میں ایک طاقت جاگنے لگتی ہے۔۔۔ تب دل کے اندر کوئی کہتا ہے: "تو محض گوشت اور خون کا

پیکر نہیں۔۔۔ تو وہ ہے جسے رب نے اپنی روح سے پیدا کیا تھا۔"اور تب ہم سمجھتے ہیں: "روزہ جسم کو روک کر، روح کو چلنے کی مہلت دیتا ہے۔" یہ وہ مہلت ہے جو ہمیں خود سے ملاتی ہے، رب سے جوڑتی ہے، اور دنیا کی حقیقت دکھا دیتی ہے۔

اب جب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ تو اصل سوال یہ ہے کہ کیا میں صرف جسمانی زندگی جینے پر اکتفا کروں گی؟ کیا میری روح کی پیاس رمضان کے ساتھ ہی ختم ہو گئی؟ کیا میں اب بھی دن کے کسی لمحے کو، رب کے لیے مخصوص رکھ سکوں گی؟

اے اللہ! ہم نے رمضان میں روح کی بھوک کو پہچانا۔۔۔ اب ہمیں وہ عادتیں عطا فرما جو ہماری روح کو ہمیشہ تریاق دیتی رہیں۔ ہمیں وہ دل دے جو صرف تیری یاد میں سکون پائے، اور وہ آنکھیں دے جو ہر نعمت کے پیچھے تیرے احسان کو پہچان سکیں۔ آمین یارب العالمین!

اصل جنگ باطن میں ہے!

دنیا کی جنگیں ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہیں، لیکن انسان کی سب سے بڑی جنگ۔۔۔اُس کے باطن میں چلتی ہے۔رمضان آیا تو ظاہری عمل میں کچھ خاص تبدیلی نہ تھی——وہی دن، وہی معمولات۔۔۔

لیکن کچھ اندر ہلنے لگا، جیسے کوئی خاموش لڑائی شروع ہو گئی ہو۔ کبھی نیند سے لڑنا۔۔۔ کبھی غصے سے۔۔۔ کبھی دل سے۔۔۔اور تب پہلی بار دل نے جانا: "سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو میرے اپنے نفس کے اندر چھپا ہوا ہے۔"

رمضان کی اصل تربیت یہ نہیں کہ پیٹ خالی ہو، بلکہ باطن پاک ہو۔زبان خاموش ہو، لیکن دل جاگتا رہے۔ہاتھ رکے رہیں، مگر نیت عمل کرتی رہے۔قرآن کہتا ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (سورۃ التغابن:16)

"پس اللہ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے، سنو اور اطاعت کرو، اور خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا جائے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

رمضان نے ہمیں ہمارے اندر جھانکنا سکھایا۔ جہاں خواہشات کا طوفان تھا، جہاں انا کی دھول بیٹھی ہوئی تھی، جہاں نیتیں الجھی ہوئی تھیں، جہاں نفس مسلسل پکار رہا تھا: "اپنے آپ کو سنوارنے سے پہلے، دوسروں کو بدل لو!"

مگر رمضان کی نورانی فضا میں، ایک آواز دل کے اندر سے آئی: "نہیں۔۔۔ اصل جہاد باہر نہیں، اندر ہے۔"

یہی وہ لمحہ تھا جب احساس ہوا: لوگوں کی باتوں سے زیادہ، اپنے ردعمل پر نگاہ رکھنی ہے۔ ظاہری عبادت کے ساتھ، نیتوں کی اصلاح ضروری ہے۔ نماز میں قیام سے زیادہ، دل کا اللہ کے آگے جھک جانا ضروری ہے۔ اور سب سے بڑھ کر، شیطان سے پہلے، نفس کو شکست دینا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اللہ کی اطاعت کے لیے۔" (ابن ماجہ)

رمضان نے ہمیں وہ آئینہ دیا جس میں ہم نے دوسروں نہیں، اپنے آپ کو دیکھا۔ ہم نے وہ تلخ حقیقت قبول کی کہ: ہم دوسروں کے عیب خوب پہچانتے ہیں، مگر اپنے نفس کی کمزوریوں سے غافل ہیں۔ ہم زبان سے تسبیح پڑھتے ہیں، مگر دل میں کینہ رکھتے ہیں۔ ہم نظر جھکا لیتے ہیں، مگر نیتیں نہیں جھکاتے۔ اور پھر دل نے کہا: "یااللہ! میرے اندر کا یہ شور، یہ خواہشات کی ہنگامہ خیزی، یہ تکبّر، یہ دکھاوا، یہ خود فریبی۔۔۔ میں ان سب کے خلاف لڑنا چاہتی ہوں—— کیونکہ یہ جنگ سب سے مشکل، اور سب سے ضروری ہے۔"

اب جب رمضان گزر چکا ہے۔۔۔ تو اصل سوال یہی ہے: کیا میں اس جنگ کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھ سکوں گی؟ کیا میں نفس کی ہر چال کو پہچان کر، رب کے سامنے جھک سکوں گی؟ کیا میں ظاہری دینداری سے آگے نکل کر، باطن کی صفائی پر توجہ دے سکوں گی؟

یااللہ! ہمیں وہ نظر عطا فرما جو اپنے باطن کو دیکھ سکے، اور وہ ہمت عطا فرما جو اپنے نفس سے لڑ سکے۔ ہمیں رمضان کا وہ مجاہد بنادے جو نفس کو شکست دے کر تیرے قرب کی جانب بڑھے۔۔۔ کیونکہ اصل جیت، باطن میں جیتنا ہے۔ آمین یا رب العالمین!

دوسروں کی مدد کرنے کی اہمیت

رمضان آیا۔۔۔اور میرے دل پر ایک نرم دستک دی۔ یہ صرف بھوک اور پیاس کا مہینہ نہیں تھا، بلکہ دل کی بھوک، روح کی پیاس،اور انسانیت کے درد کو محسوس کرنے کا مہینہ بن گیا۔

جب روزے کی حالت میں زبان خشک ہوئی، بدن نڈھال ہوا،اور سحر وافطار کے درمیانی لمحات میں صبر کا دامن تھامے رکھا — تب ایک لمحے کو دل نے سوچا: "جن کے پاس سحر کا دستر خوان نہیں، جنہیں افطار کا انتظار بھی کسی امید کے بغیر ہوتا ہے۔۔۔ان کا کیا؟"

رمضان نے مجھے صرف اپنے رب کی عبادت نہیں سکھائی، بلکہ رب کے بندوں کا درد محسوس کرنا بھی سکھایا۔ یہی تو وہ عبادت ہے جس میں دلوں کی نرمی، آنکھوں کی نمی،اور ہاتھوں کی سخاوت شامل ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت میرے دل میں گھر کر گئی:

"وَيُطۡعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا" (سورۃ الدھر: 8)

"اور وہ (نیک لوگ) اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"

یہ اللہ کی محبت میں کی جانے والی مدد ہے، جس کا صلہ اللہ خود دیتا ہے۔ رمضان میں میں نے سیکھا کہ کسی کا بوجھ بانٹ لینا صرف ہمدردی نہیں، عبادت ہے۔ کسی کو کھانا کھلا دینا صرف سخاوت نہیں، بخشش کا وسیلہ ہے۔ کسی کی دعاؤں کا سبب بن جانا، بندگی کی بلند ترین شکل ہے ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"نفع الناس من أعظم القربات إلى الله۔"

"لوگوں کو نفع پہنچانا، اللہ کے قریب ہونے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے۔"

یہ مہینہ گزر گیا، مگر میرے دل میں ایک تبدیلی چھوڑ گیا۔ اب جب کسی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتی ہوں، کسی کی مدد کا موقع ملتا ہے، تو دل کہتا ہے "یہی رمضان کا سبق ہے۔۔۔ یہیں سے سفر شروع ہوتا ہے۔

اب رمضان رخصت ہو گیا... مگر میرے دل میں کچھ سوال باقی ہیں: کیا میں نے واقعی دوسروں کے درد کو اپنے دل میں محسوس کیا؟ کیا رمضان کے بعد بھی میری

سخاوت زندہ رہے گی؟ کیا میں اب بھی کسی کے کام آسکوں گی، بغیر اس کے مانگے؟ کیا میری عبادت مجھے انسان دوست بنانے میں کامیاب ہوئی؟

یا اللہ! جس طرح تُو نے رمضان میں ہمارے دلوں کو جگایا، اسی طرح سال بھر ہمیں زندہ دل، مہربان ہاتھ، اور نرم گفتار عطا فرما۔ ہمیں اُن بندوں میں شامل فرما جو تیرے بندوں کے لیے رحمت بنیں، جن کی موجودگی کسی کے درد کو کم کرے، اور جن کی دعائیں کسی یتیم، مسکین، اور محتاج کی زندگی بدل دیں۔ آمین یارب العالمین!

انسانیت کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے کا موقع

رمضان، عبادتوں کا مہینہ ہے، مگر میرے لیے یہ صرف سجدوں کی گنتی کا نام نہیں رہا۔ یہ میرے اندر کے انسان کو جگانے والا مہینہ بن گیا۔ ہر روزے کے ساتھ، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر سے ایک غفلت کا پردہ اٹھ رہا ہو۔ میں نے جانا کہ دین کی اصل روح صرف ظاہری عبادات نہیں، بلکہ انسانیت کے بنیادی اصول ہیں: احساس، عدل، رحم، عفو، اور نرمی۔

جیسے جیسے دن گزرتے گئے، میں نے محسوس کیا کہ رمضان مجھے "میں" سے نکال کر "ہم" کی طرف لے جا رہا ہے۔ کہیں کوئی فقیر خاموشی سے مسجد کے دروازے پر کھڑا ہے، کہیں کوئی بزرگ سحر میں تنہا بیٹھا روٹی چائے سے روزہ رکھتا ہے، کہیں کوئی مزدور سخت دھوپ میں کام کرتا ہوا روزہ رکھ رہا ہے۔۔۔

یہ مناظر میرے لیے ایک آئینہ تھے۔ رمضان نے میرے سامنے انسانیت کا اصل چہرہ رکھا۔ جہاں رنگ، نسل، زبان یا حیثیت نہیں، بلکہ دل کی صفائی، ہاتھ کی سخاوت، اور دوسروں کے لیے درد اصل قدر بن جاتا ہے۔ قرآن میں رب نے فرمایا:

"إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ" (سورۃ النحل: 90)

"بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"

رمضان میں یہی دو صفات عدل اور احسان میرے دل میں گہرے نقش چھوڑ گئیں۔ عدل: خود کے لیے جو پسند کرو، وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔ احسان: بغیر مطالبے، بغیر صلے، بغیر شہرت کے، دوسروں کے لیے بھلائی کرتے جانا۔

رسول اللہ ﷺ کا رمضان میں مزاج اور سخاوت عام دنوں سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی تھی، اور آپ ﷺ خود فرماتے:

"أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَىٰ مُسْلِمٍ"

"سب سے بہتر عمل وہ ہے جو تم کسی مسلمان کے دل میں خوشی ڈال کر کرو"(طبرانی)

رمضان نے مجھے یہی سکھایا کہ انسانیت صرف ہمدردی کے جذبات کا نام نہیں، بلکہ روزمرہ زندگی میں ان جذبات کو عمل میں ڈھالنے کا نام ہے۔ کبھی کسی کو معاف کر دینا، کبھی کسی کو برداشت کر لینا، کبھی کسی کی خاموشی کو سن لینا۔ یہی تو دین ہے، یہی تو انسانیت ہے۔

اب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ مگر میرے دل میں ایک سوال رہ گیا ہے کہ کیا میں سال کے باقی دنوں میں بھی انسانیت کے ان اصولوں پر قائم رہ سکوں گی؟ کیا میں ہر روز اپنے اندر کے "میں" کو تھوڑا کم اور "ہم" کو تھوڑا زیادہ کر سکوں گی؟ کیا میں رمضان کے بعد بھی انسانوں سے ویسا ہی سلوک کروں گی جیسا اللہ نے اپنے بندوں سے کرنے کا حکم دیا ہے؟

یا اللہ! جس طرح تُو نے رمضان میں ہمارے دلوں کو انسانیت کا آئینہ دکھایا، ویسا ہی نور باقی دنوں میں بھی عطا فرما۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو دوسروں کے لیے آسانی بنیں، جو عدل کریں، احسان کریں، اور تیرے بندوں کے لیے رحمت بنیں۔

ہمارے دلوں کو انسانیت کے درد سے آباد کر دے، اور ہمارے عمل کو تیرے دین کا ترجمان بنادے۔ آمین یارب العالمین!

عجز وانکساری میں کامیابی کا راز

رمضان آیا۔۔۔ اور میری مصروف، بے پرواہ زندگی میں ایک توقف لے آیا۔ ایسا توقف، جہاں دل نے پہلی بار غور سے اپنے رب کی طرف دیکھا، جہاں سجدے صرف رسم نہ رہے، بلکہ گفتگو بن گئے۔ اور وہ گفتگو، عجز وانکساری کی زبان میں تھی۔

روزے کی حالت میں، جب ہاتھ کچھ بھی نہیں چھو سکتے، زبان بہت کچھ کہنے سے رکی رہتی ہے، تب دل کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ہم دراصل کچھ بھی نہیں۔۔۔ ہر چیز، وقت، رزق، طاقت، صحت سب عطا ہے۔۔۔ اور عطا پر فخر نہیں، شکر اور عجز سجتا ہے۔

عجز وہ صفت ہے جو بندے کو بندگی کی معراج تک لے جاتی ہے، اور رمضان وہ آئینہ ہے جس میں انسان اپنی حقیقت دیکھتا ہے۔ نہ غرور بچتا ہے، نہ رعونت رہ جاتا ہے تو بس ایک لرزتا ہوا دل، جو ہر دعا میں یہی کہتا ہے:

"اللَّهُمَّ إِني عبدُك، وابنُ عبدِك، وابنُ أمتِك..."

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا، تیری بندی کا بیٹا..."(مسند احمد)

رمضان نے مجھے دکھایا کہ کامیابی ان لوگوں کی نہیں جو زیادہ جمع کرتے ہیں، بلکہ ان کی ہے جو زیادہ جھکتے ہیں۔ جن کے دل میں اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے، اور جن کی آنکھیں رب کے سامنے جھکی رہتی ہیں۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

"وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ"

"اور اللہ کسی مغرور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا"(سورۃ لقمان:18)

اور دوسری جگہ فرمایا:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ"

"بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا"(سورۃ الاعلیٰ:14)

رمضان نے میرے نفس کی گرد جھاڑی۔۔۔مجھے سکھایا کہ جو جھک جاتا ہے، وہی اٹھایا جاتا ہے، جو روتا ہے، وہی رب کا پیارا بنتا ہے، اور جو ہر چیز چھوڑ کر رب کی دہلیز پر آجائے، رب اسے سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔

اب رمضان رخصت ہو گیا۔۔۔ مگر میرے دل میں ایک سوال باقی ہے کہ کیا میں باقی سال بھی اسی عجز کے ساتھ جیتے رہوں گی؟ کیا میرے سجدے، میرے دل کی نرمی، اور میری عاجزی رمضان تک محدود تھی؟ یا کیا واقعی میں نے رب کے حضور جھکنے کی لذت کو پہچان لیا ہے؟

یااللہ! جس طرح رمضان نے ہمارے دلوں کو نرم کیا، اسی طرح باقی دنوں میں بھی ہمیں عجز اور انکساری کا لباس پہنا دے۔ ہمارے دل جھکے رہے، زبان تیری حمد میں مصروف رہے، اور ہماری آنکھیں تیرے خوف سے بھیگتی رہیں۔ ہمیں دنیا کے فریب سے بچا، اور اپنی رضا کی طرف وہ راستہ دکھا دے جس پر جھک کر ہی چلا جا سکتا ہے۔ آمین یارب العالمین!

دنیا کی فانی حقیقت کو سمجھنے کا موقع

رمضان میں دن گزرتے گئے، اور میرے دل میں ایک عجیب سی بے رغبتی پیدا ہونے لگی۔۔۔ ان نعمتوں، عیش و آرام، مصروفیات، اور دنیاوی مشاغل سے جو کبھی میری اولین ترجیح ہوا کرتے تھے۔

میں نے محسوس کیا کہ سحر کی خاموشی اور افطار کے وقار میں ایک ایسا سکون چھپا ہے جو کسی فینسی ریستوران، مہنگی گاڑی یا بلند منصب میں نہیں۔ یہ لمحے مجھے کچھ اور سکھا رہے تھے۔۔۔ یہ مجھے دنیا کی اصل حقیقت سے آشنا کر رہے تھے۔

روزہ رکھ کر میں نے جانا کہ ہم جن چیزوں کے بغیر جینا ناممکن سمجھتے ہیں، ہم ان کے بغیر بھی جی سکتے ہیں۔ اور اصل قوت وہی ہے جو اندر سے ملتی ہے، جب دل اللہ کے قریب ہوتا ہے۔

رمضان کی راتیں مجھے دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کرتی رہیں، جب میں نے سجدے میں دیر تک جھک کر دعا کی، تو ایک لمحے کو سب کچھ — دنیا، لوگ، مال، شہرت — سب بہت چھوٹا لگنے لگا۔ قرآن کی یہ آیت بار بار میرے دل کے دروازے پر دستک دیتی رہی:

"وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ"

"اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے" (سورۃ آل عمران: 185)

ایک دن جب تراویح میں امام نے یہ آیت پڑھی، تو دل جیسے کانپ گیا۔۔۔ کیا میں دھوکے کی چیز کو حقیقت سمجھ بیٹھی ہوں؟ کیا میں اُس دنیا کے پیچھے بھاگ رہی ہوں جو ہر روز مر رہی ہے؟ اور بھول گئی ہوں اُس دنیا کو جو آنے والی ہے۔۔۔ ہمیشہ کے لیے؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"

"دنیا میں یوں رہو جیسے پردیسی یا راستے کا مسافر" (بخاری)

رمضان نے مجھے یہی سکھایا۔ یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔۔۔ اور عقلمند وہی ہے جو سفر کی تیاری میں جُتا رہے، نہ کہ آرام گاہ کو اپنا مستقل گھر سمجھ بیٹھے۔

اب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ مگر میرے دل میں چند سوال گونجتے رہتے ہیں کیا میں واقعی دنیا کو اس کی اصل حیثیت میں دیکھنے لگی ہوں؟ کیا میں اب اپنی کامیابیوں کو آخرت کے ترازو میں تولوں گی؟ کیا میری دعائیں اب بھی دنیا کی آسائش سے زیادہ آخرت کی نجات مانگیں گی؟ اور کیا میں واقعی اس مسافر کی طرح جی پاؤں گی جو راہ کو نہیں، منزل کو عزیز رکھتا ہے؟

یا اللہ! جس طرح رمضان نے ہمارے دلوں کو دنیا کی حقیقت دکھائی، اسی طرح ہر دن ہمیں اس فانی زندگی کی حقیقت یاد دلاتا رہے۔ ہمیں دھوکے کے پیچھے بھاگنے سے بچا لے، اور اُن لوگوں میں شامل فرما جن کے دل تیرے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں، جن کی آنکھیں آخرت کے شوق میں روتی ہیں، اور جن کا دل دنیا کی زیب و زینت کے باوجود صرف تجھ سے جُڑا رہتا ہے۔ آمین یارب العالمین!

انسانوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا شعور

رمضان میں میرے دل پر پہلی بار ایک ایسا احساس دستک دینے لگا جسے میں نے اکثر نظرانداز کیا تھا: میرے رب کے بندے۔۔۔اوران کے مجھ پر حقوق۔ میں نے جانا کہ روزہ صرف رب سے تعلق کا نام نہیں، بلکہ یہ تعلق صرف تب مکمل ہوتا ہے جب بندوں کے ساتھ میرا رویہ بھی اس تعلق کی گواہی دے۔

روزے کی حالت میں، جب زبان کو جھوٹ سے روکا، دل کو غصے سے تھامنا سیکھا، اور نگاہ کو تکبر سے جھکایا، تو مجھے احساس ہوا کہ رمضان مجھے دوسروں کے لیے نرم، ہمدرد، اور عدل پر مبنی انسان بننے کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ مہینہ مجھ سے کہہ رہا تھا رب

تمہاری عبادت سے پہلے تمہارے معاملات میں صداقت دیکھتا ہے، تمہارے نوافل سے پہلے تمہاری زبان کی شرافت دیکھتا ہے، اور تمہارے سجدوں سے پہلے تمہارے رویے کا انصاف تولتا ہے۔

قرآن نے بھی مجھے یہی یاد دلایا:

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا" (سورۃ البقرہ: 83)

"اور لوگوں سے بھلی بات کہو"

رمضان میں جب میں نے اپنی معمولی سی بھوک اور پیاس پر صبر کیا، تو ان لوگوں کا خیال آیا جو پورے سال بھوکے سوتے ہیں۔ جب میں نے اپنے مزاج کو تھاما، تو وہ سب یاد آئے جن پر میں نے کبھی زبان یا رویے سے سختی کی تھی۔ تب دل میں پہلی بار یہ بات اُتری کہ عبادت، تب ہی عبادت بنتی ہے جب وہ دوسروں کے لیے آسانی اور خیر بن جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (بخاری)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

یہ حدیث رمضان کی صورت میں میرے سامنے مجسم ہو گئی۔ ہر دن جیسے میرے اخلاق کا محاسبہ کرتا، ہر افطار جیسے مجھ سے پوچھتا: آج تم نے کس دل کو ٹھیس پہنچانے سے خود کو روکا؟ آج تم نے کس حق دار کا حق ادا کیا؟ آج تم کسی کا سہارا بنے یا زخم؟

اب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ لیکن میرے اندر سوال باقی ہیں کیا میں اب بھی دوسروں کی عزت، وقت، احساسات اور حق کا وہی خیال رکھوں گی؟ کیا میں رمضان کے بعد بھی اپنی زبان کو محبت سے، اور رویے کو رحم سے سنوارے رکھوں گی؟ کیا میں صرف رب کے حقوق نہیں بلکہ اس کے بندوں کے حقوق کو بھی عبادت سمجھوں گی؟

یا اللہ! جس طرح رمضان نے ہمیں انسانوں کے حقوق کا شعور دیا، اسی طرح ہمیں ان حقوق کو پورا کرنے کی توفیق بھی دے دے۔ ہمیں وہ نرم مزاجی عطا فرما جو تیرے محبوب ﷺ کی سنت تھی، ہمیں وہ عدل دے جو قرآن کا اصول ہے، اور ہمیں وہ دل دے جو تیرے بندوں کو اپنا سمجھ کر ان کے حق ادا کرے۔ اے اللہ! ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرما جن کے وجود سے دوسروں کو سکون، محبت، اور سہارا ملتا ہے۔ آمین یارب العالمین!

چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا قدردان بننا

رمضان آیا، اور جیسے میری آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے آہستہ آہستہ ہٹنے لگے۔۔۔ ایسا لگا جیسے دل پہلی بار *شکر گزاری کی آنکھ* سے دیکھنے لگا۔ اکثر جو چیزیں روزمرہ کی معمولی روٹین لگتی تھیں وہی رمضان میں نعمتوں کی صورت چمکنے لگیں۔ ایک گھونٹ پانی، افطار کی پہلی کھجور، ماں کے ہاتھ کی بنی معمولی سی روٹی، اذان کی آواز، بچوں کی ہنسی، حتیٰ کہ سحری کی نیم غنودہ آنکھیں بھی۔۔۔ یہ سب گویا خوشیوں کے ایسے موتی بن گئے، جنہیں میں نے پہلے کبھی سمیٹا ہی نہیں تھا۔

روزہ رکھ کر جب شام کو پانی کا پہلا گھونٹ حلق سے اترا، تو دل سے بے اختیار نکلا: "یا اللہ، یہ تو وہ نعمت ہے جو تیرے ذکر کے بغیر پینے کے قابل بھی نہیں!"

رمضان نے سکھایا کہ خوشی صرف بڑی کامیابی، مہنگی چیز یا خاص لمحے میں نہیں ہوتی بلکہ رب کی عطا کردہ چھوٹی چھوٹی راحتوں میں چھپی ہوتی ہے، بس نگاہ شکر گزار ہونی چاہیے۔ قرآن نے بھی ہمیں یہی رویہ سکھایا:

"وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَا" (سورۃ ابراہیم: 34)

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہیں سکو گے"

رمضان نے جیسے دل کے اندر ایک نیا "وزن تولنے کا پیمانہ" رکھ دیا جس میں خوشی کا وزن اب "دل کی حالت" سے ناپا جانے لگا، نہ کہ کسی مہنگی چیز، سفر، یا تعریف سے۔ میں نے سیکھا کہ چھوٹے لمحے، جب کوئی خاموشی سے دعا دے جاتا ہے۔ جب وقت پر بجلی آ جائے، جب بچے ہنس دیں، جب کھجور پر افطار ہو جائے۔۔۔ یہ سب لمحے معمولی نہیں بلکہ رب کی طرف سے خاص خوشیاں ہیں۔

اب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ لیکن دل میں کچھ سوال گونج رہے ہیں کہ کیا میں رمضان کے بعد بھی چھوٹی خوشیوں پر مسکرا سکوں گی؟ کیا میں باقی سال بھی رب کے ان "غیر نمایاں انعامات" پر اتنا ہی شکر گزار رہوں گی؟ کیا میری نظر صرف کمیوں پر رہے گی یا عطاؤں پر جمی رہے گی؟

یااللہ! جس طرح رمضان میں تُو نے ہماری آنکھوں کو اپنی نعمتوں کی پہچان دی، اسی طرح ہمیں ہمیشہ کے لیے شکر گزار دل عطا فرما۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو ہر معمولی چیز میں تیری رحمت کو دیکھتے ہیں، اور جن کا دل تیرے ہر چھوٹے انعام پر بھی بڑا سجدہ کرتا ہے۔ ہماری زبان سے کبھی شکر کا ذائقہ ختم نہ ہو، اور ہماری روح تیرے انعامات کی قدردانی سے معمور رہے۔ آمین یارب العالمین!

اللہ کی صفات پر غور کرنے کا موقع

رمضان میرے لیے صرف ایک عبادت کا موسم نہیں رہا، یہ ایک "تعارف نامہ" تھا۔۔۔ میرے رب کی پہچان کا، اس کے صفاتی جمال کا، اس کی ان صفات کا جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتیں، مگر دل کی آنکھ سے محسوس کی جا سکتی ہیں۔ جب روزے کی حالت میں بھوک اور پیاس حد سے گزرنے لگتی، تو میں "الصبور" کو محسوس کرتی۔ کیسا رب ہے جو اپنے بندے کو صبر سکھانے کے لیے خود "صابر" ہونے کی صفت سے متصف ہے!

جب افطار کے وقت پانی کا پہلا گھونٹ حلق سے گزرتا، تو دل سے بے ساختہ نکلا "تو ہی الرزاق ہے جو وقت پر عطا کرتا ہے، اور بغیر مانگے بھی دیتا ہے۔" جب سحری کی تنہائی میں آنکھ کھلتی، اور اذان فجر سے پہلے رب کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں مانگتی، تو میں "السمیع" اور "القریب" کو محسوس کرتی۔ وہ جو سب کچھ سنتا ہے، اور اتنا قریب ہے کہ میری سانسوں کی لرزش بھی جان لیتا ہے۔

رمضان نے مجھے اللہ کی صفات کو صرف الفاظ کے طور پر نہیں، بلکہ زندگی کی حقیقتوں میں جیتا جاگتا محسوس کرنے کا شعور دیا۔ قرآن کی آیات جیسے میری روح سے ہمکلام ہونے لگیں:

"إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ" (سورۃ یوسف: 100)

"یقیناً میرا رب جو چاہے، لطیف طریقے سے کرتا ہے"

تب میں نے "اللطیف" کو ان لمحوں میں پہچانا، جب کوئی میرے لیے دعا کر گیا، جب وقت پر دروازہ کھلا، جب ناامیدی میں سکون اتر آیا۔ یہ سب کچھ ظاہراً بہت چھوٹا، مگر دل پر اللہ کی "لطافت" کا نشان بن کر رہ گیا۔

رمضان میں رب کی صفات میری زندگی کے ہر گوشے میں اترنے لگیں جب میں نے معافی مانگی، تو وہ "الغفور" بن گیا۔ جب میں نے تھک کر ہار ماننا چاہی، تو وہ "الحنّان" بن کر سہارا بن گیا۔ جب میں نے دل کے نہاں خانوں سے مانگا، تو اس کی "المجیب" صفت نے میرے گمان سے بھی بڑھ کر عطا کیا۔ اور تب مجھے یہ راز سمجھ آیا کہ اللہ کی صفات پر غور کرنا، خالص محبت کی وہ راہ ہے جو بندے کو صرف سجدے تک نہیں، بلکہ اللہ کی قربت کے دروازوں تک پہنچا دیتی ہے۔

اب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ لیکن میرے اندر سوال گونجتے رہتے ہیں: کیا میں باقی سال بھی رب کی صفات کو اپنی زندگی میں اسی طرح محسوس کر پاؤں گی؟ کیا میں ہر خوشی میں "الکریم" کو، ہر آزمائش میں "الحکیم" کو، اور ہر تاخیر میں "الخبیر" کو پہچان سکوں گی؟ کیا میری عبادتیں رب کی پہچان سے مزین رہیں گی، یا صرف عادت بن کر رہ جائیں گی؟

یا اللہ! جس طرح رمضان نے ہمارے دلوں کو تیری صفات کی روشنی میں منور کیا، اسی طرح ہماری زندگی کا ہر دن تیری کسی صفت کی ایک نئی جھلک بن جائے۔ یا اللہ! ہمیں وہ دل عطا فرما جو تجھے صرف پکارتا نہ رہے، بلکہ تجھے پہچان کر پکارے۔ ہمیں وہ یقین دے، کہ جب ہم "الرحمن" کہوں تو دل میں تیری رحمت اتر آئے، جب "العلیم" کہیں تو اپنے جاہل نفس کا ادراک ہو، اور جب "الحفیظ" کہیں، تو اپنے تمام خوف تیرے سپرد کرنے کا حوصلہ آ جائے۔ یا رب! ہمیں ان خوش نصیبوں میں شامل فرما جنہیں صرف تیرے انعامات نہیں، بلکہ تیری ذات محبوب ہے۔ آمین یا رب العالمین!

ایمانداری اور محنت کی اہمیت

رمضان کا آغاز ہوا تو یوں لگا جیسے زندگی کو ایک نیا سانچہ مل گیا ہو۔ وقت، نیّت، عمل — سب کچھ ایک نیا رخ لینے لگا۔ صبح کا آغاز عبادت سے، دن کا سفر ضبطِ نفس سے، اور رات کا اختتام رب کی بارگاہ میں سجدے سے۔ اور انہی لمحوں میں دل نے محسوس کیا کہ رمضان صرف بھوک اور پیاس کا نام نہیں، بلکہ یہ تو سچائی اور محنت کا آئینہ ہے، جو انسان کو اس کا اصل چہرہ دکھاتا ہے۔

میں نے روزہ رکھا۔ تنہائی میں بھی، جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا، میں نے پانی سے پرہیز کیا، حتیٰ کہ خیال کے ایک کونے سے بھی نیت کو نہ ٹوٹنے دیا۔ یہ ایمانداری تھی۔ صرف دنیا کے سامنے نہیں، بلکہ اُس رب کے سامنے جسے دلوں کا حال بھی معلوم ہے۔

رمضان نے سکھایا کہ ایمانداری کا اصل امتحان اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی تمہیں دیکھ نہیں رہا اور تم پھر بھی اپنے رب کی رضا کے لیے سچ کا دامن تھامے رکھتے ہو۔ اسی طرح۔۔۔ ہر دن، ہر لمحہ — ایک محنت کا سفر تھا۔ سحری کے لیے وقت پر

جاگنا، روزے کی حالت میں بھی معمولات کو پورا کرنا، عبادات میں تسلسل رکھنا، اور تھکن کے باوجود تراویح و تلاوت سے جڑے رہنا۔ یہ سب میرے نفس کو جگا رہے تھے کہ کامیابی صرف خواب دیکھنے سے نہیں آتی، بلکہ نظم، جدوجہد اور صبر سے ملتی ہے۔

قرآن نے فرمایا:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (سورۃ النجم: 39)

"اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اُس نے کوشش کی۔"

رمضان میں یہ آیت میرے اندر اُتر گئی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ اللہ انصاف کرنے والا ہے وہ کسی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا، اور کسی سچائی کو بے قدری کا شکار نہیں ہونے دیتا۔

رمضان ختم ہو چکا ہے۔۔۔ مگر سوال باقی ہیں: کیا میں سال کے باقی مہینوں میں بھی اتنی ہی ایمانداری سے زندگی گزار سکوں گی؟ کیا میں عبادات کے باہر کی دنیا—— کام، تعلقات، ذمہ داریوں —— میں بھی رب کی رضا کے لیے سچ کا ساتھ دوں گی؟ کیا میں جانتی ہوں کہ ہر محنت، اگر اخلاص سے ہو، تو وہ کسی نہ کسی صورت قبولیت میں ڈھلتی ہے؟

یااللہ! جس طرح رمضان نے ہمارے دلوں میں سچائی اور محنت کی روشنی پیدا کی، ویسے ہی اسے ہمارے کردار کا مستقل حصہ بنا دے۔ ہمیں وہ حوصلہ دے کہ میں مشکل میں بھی حق کا ساتھ نہ چھوڑوں، اور وہ استقامت عطا کر کہ میں تھکن میں بھی تیرا راستہ نہ چھوڑیں۔ یارب! ہمیں ریا سے، دھوکہ دہی سے، سستی سے، اور دکھاوے کی نیکیوں سے بچا لے۔ ہماری زندگی کا ہر لمحہ تیری رضا کے لیے سچا، شفاف اور باعمل بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

ہر بات سے پہلے اللہ کی رضا کو دیکھنا

رمضان بندے کے شعور میں ایک ایسی تبدیلی کی بات کرتا ہے، جس کا مرکز صرف ایک ہوتا ہے: اللہ کی رضا۔ رمضان اسی قلبی انقلاب کا آغاز ہے، جہاں انسان دنیا کے معیار سے نہیں، اپنے رب کے معیار سے دیکھنا سیکھتا ہے۔ رمضان نے مجھے ہر بات سے پہلے اللہ کی رضا کو دیکھنے کی تربیت دی۔

رمضان آیا۔۔۔ اور اس نے صرف میری عبادات کو ترتیب نہیں دیا، بلکہ میری سوچ کی جہت کو بھی بدل دیا۔ اب فیصلے کرنے سے پہلے صرف یہ نہیں سوچتی کہ

"کیا یہ دنیا کے لحاظ سے درست ہے؟" بلکہ اب دل بے ساختہ سوال کرتا ہے: "کیا اللہ اس سے راضی ہوگا؟"

روزے نے سکھایا کہ بھوک برداشت ہو سکتی ہے، لیکن اگر رب ناراض ہو جائے تو یہ سب کچھ بے معنی ہے۔ نماز نے یاد دلایا کہ سجدہ جسم کا نہیں، دل کا ہو ورنہ وہ صرف رسم رہ جاتا ہے، رضائے الٰہی کا ذریعہ نہیں بنتا۔

رمضان میں جب میں نے سحری کے لیے آنکھ کھولی، افطار کے وقت کسی کا خیال رکھا، کسی کا دل ٹوٹنے سے بچایا، تو یہ سب کچھ محض عمل نہیں تھے، بلکہ ہر بار دل نے کہا: رب راضی ہو جائے!

مجھے احساس ہوا کہ دنیا کی ہر بات، ہر فیصلہ، ہر جذبہ، اگر اس کی بنیاد اللہ کی رضا پر ہو، تو وہ عمل معمولی ہو کر بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ خواہ کسی کی مدد کرنا ہو، یا کسی کا دل رکھنا، خواہ اپنے نفس کو روکنا ہو، یا کسی بات پر خاموشی اختیار کرنا۔ رمضان نے میرے اندر یہ صداقت پیدا کی کہ ہر عمل سے پہلے "رب کی رضا کا ترازو" استعمال کرنا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ (سورۃ التوبہ: 72)

"اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے"

یہ آیت رمضان میں جیسے میرے اندر اُتر گئی۔ تب سمجھ آیا کہ کامیابی نہ صرف جنت کی ہے، بلکہ اصل انعام اللہ کی رضا ہے۔ جو دل کو وہ سکون دیتی ہے جو کسی دنیاوی تعریف یا کامیابی سے نہیں مل سکتا۔

اب جب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ تو دل یہ پوچھتا ہے: کیا میں رمضان کے بعد بھی ہر فیصلے میں یہی سوال رکھ سکوں گی کہ "کیا اللہ راضی ہے؟ کیا میں اپنے جذبات، تعلقات، اور معاملات میں اپنے رب کی رضا کو اولیت دوں گی؟ کیا میں یہ یاد رکھ سکوں گی کہ لوگوں کو خوش کرنا ضروری نہیں، لیکن اللہ کو ناراض کرنا بہت مہنگا ہے؟

یا اللہ! رمضان نے ہمیں سکھایا کہ تیرا راضی ہونا ہی اصل کامیابی ہے، اب تُو ہمارے دلوں کا محور، ہماری سوچوں کا مرکز، اور ہمارے ہر عمل کا مقصد بن جا۔ یا رب! ہمیں ان لوگوں میں شامل کر جو دنیا کے شور میں بھی تیرے رضا کے اشارے پہ چلتے ہیں۔ ہمارے نفس کی چاہتوں پر تیری رضا کو غالب کر دے، اور ہمیں ایسا دل عطا فرما جو ہر فیصلے سے پہلے بس یہی سوچے: "رب کیا کہے گا؟" آمین یا رب العالمین!

معاشرتی اخلاقیات کی اہمیت کا درس

رمضان نے مجھے معاشرتی اخلاقیات کی اہمیت سکھائی۔یعنی وہ اخلاق جو صرف فرد کی حد تک نہیں، بلکہ سوسائٹی کو جوڑنے، تعلقات کو سنوارنے،اور دلوں کو نرم رکھنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

رمضان محض انفرادی عبادات کا مہینہ نہیں، بلکہ ایک ایسا اجتماعی تربیتی نظام ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ معاشرت کیسے خوبصورت بنائی جا سکتی ہے کردار، سچائی، برداشت، شفقت اور عدل کے ذریعے۔ رمضان کی پرُنور فضا میں عبادات کا حسن تو اپنی جگہ، لیکن جس بات نے دل کو سب سے زیادہ بدلا وہ تھا دوسروں کے ساتھ رویے کا شعور۔ روزہ صرف بھوک پیاس کا نام نہیں تھا، بلکہ یہ ایک تربیت تھی کہ میرا ہر عمل، ہر لفظ،اور ہر جذبہ میرے رب کے حضور ریکارڈ ہو رہا ہے۔

رمضان نے مجھے سکھایا کہ عبادت صرف سجدے میں نہیں، بلکہ کسی کے لیے راستہ چھوڑ دینے میں، افطار کے وقت کسی کو کھجور پکڑانے میں، تھکن کے باوجود مسکرا کر بات کرنے میں،اور اختلاف کے باوجود خاموش رہنے میں بھی ہے۔

معاشرتی اخلاقیات کا مطلب یہ نہیں کہ میں صرف اچھی نظر آؤں، بلکہ یہ ہے کہ میں واقعی کسی کے لیے آسانی کا ذریعہ بنوں۔ رمضان میں جب ہم دوسروں کے لیے افطار تیار کرتے ہیں، کسی کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، یا دل پر جبر کر کے معاف کرتے ہیں تو ہم دراصل ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھ رہے ہوتے ہیں جہاں رب کی رضا کو فوقیت حاصل ہے، نہ کہ انا، غصے یا خودغرضی کو۔ اور قرآن مجید ہمیں یہی تربیت دیتا ہے۔ ایک ایسی جامع آیت کے ذریعے جو جیسے اخلاق کا آئینہ ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآئِ ذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورۃ النحل: 90)

"بیشک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو دینے کا، اور روکتا ہے بے حیائی سے، برائی سے اور زیادتی سے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

یہی آیت ہے جو دل پر دستک دیتی ہے: اگر رمضان کے بعد بھی میرا رویہ عدل، احسان اور صلہ رحمی سے خالی ہے تو میری عبادت ابھی مجھ پر اثرانداز نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی: إِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَی الْمُسْلِمِ" (طبرانی)

"اللہ پر ایمان کے بعد سب سے افضل عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو خوشی پہنچائی جائے"

رمضان میں جب ہم یہ سیکھتے ہیں کہ کسی کے لیے آسانی پیدا کرنا عبادت ہے، تو یہی اصل معاشرتی اخلاق کی روح ہے۔

رمضان ختم ہو گیا۔۔۔ مگر سوال باقی ہے: کیا میں رمضان کے بعد بھی اتنی ہی نرمی، برداشت اور خوش اخلاقی سے پیش آؤں گی؟ کیا میرے اخلاق رمضان کے اندر اور باہر مختلف تو نہیں؟ کیا میں نے سمجھا کہ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک صرف ایک دنیاوی رویہ نہیں، بلکہ اللہ کی رضا کی طرف لے جانے والا راستہ ہے؟

یا اللہ! جس طرح رمضان نے ہمارے دلوں کو نرم کیا، ہماری زبانوں کو شائستہ کیا، اور ہمارے رویوں میں توازن پیدا کیا—اس کو مستقل مزاجی عطا فرما۔ ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم تیرے بندوں کے ساتھ اس طرح پیش آئیں جیسے تُو چاہتا ہے— نرمی، عدل، سچائی اور شفقت کے ساتھ۔ اے ربّ کریم! ہمارے اخلاق کو ہمارے

ایمان کا ترجمان بنادے، اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کر جو جہاں بھی ہوں، سوسائٹی میں خیر، محبت اور انصاف کا پیغام بن جائیں۔ آمین یارب العالمین!

رمضان نے مجھے توکل کا مطلب سمجھایا

توکل۔۔۔ ایک ایسا یقین ہے جو دکھ میں تسلی دیتا ہے، خوف میں حوصلہ بخشتا ہے، اور بے یقینی میں سکون بن جاتا ہے۔ رمضان، وہ مہینہ ہے جس نے دل کو پہلی بار یہ سکھایا کہ زندگی کی کمان صرف ہمارے ہاتھ میں نہیں۔۔۔ بلکہ کسی بے نیاز، مہربان اور حکیم رب کے اختیار میں ہے۔

ہم نے دن بھر بھوکے پیاسے رہ کر، راتوں میں عاجزی سے سجدے کر کے، دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر ایک ان دیکھی روشنی کو محسوس کیا۔۔۔ جس کا نام توکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥ" (الطلاق: 3)

"اور جو اللہ پر بھروسہ کرے، اللہ اسے کافی ہے۔"

رمضان نے ہمیں بتایا کہ توکل صرف الفاظ نہیں، یہ ایک طرزِ زندگی ہے۔ جب دنیا خاموش ہو جائے، اور دل کے اندر خوف بولنے لگے، تب جو دل مطمئن رہے۔۔۔وہی سچا متوکل ہے۔

ہم نے سیکھا کہ توکل صرف اس وقت نہیں ہوتا جب سب کچھ چھن جائے، بلکہ وہ تب بھی ہوتا ہے جب سب کچھ مل جائے اور ہم پھر بھی رب کو اصل مالک سمجھیں۔ رمضان میں افطار کے لمحے، دعاؤں کے وقت، تنہائی کے سجدوں میں جب کچھ مانگے بغیر آنکھیں بھیگ گئیں، تب دل نے کہا: "اے رب! تُو ہے، تو سب ہے۔"

اور اب۔۔۔جب رمضان گزر چکا ہے، تو میرے لیے یہ سوال چھوڑ گیا ہے: کیا میں رمضان کے بعد بھی ویسا ہی بھروسا رکھ سکوں گی؟ کیا میں اندھیروں میں وہی روشنی تلاش کر سکوں گی؟ کیا میں اپنی تدبیروں سے زیادہ، رب کی تقدیر پر راضی رہ سکوں گی؟ کیا میں رب کو ویسے ہی کافی سمجھوں گی، جیسے روزے کی بھوک میں سمجھا تھا؟ توکل کوئی وقتی سہارا نہیں۔۔۔یہ رب کے ہونے کا مسلسل یقین ہے۔

اور میری دعا ہے اے اللہ! ہمیں وہ دل عطا فرما جو رمضان کے بعد بھی صرف تجھ پر بھروسہ کرے، اور وہ یقین دے جو توکل کو عبادت بنا دے۔ رمضان میں جو تعلق قائم ہوا۔۔۔اسے زندگی بھر قائم و دائم رکھ۔ آمین یارب العالمین!

سخاوت کا مفہوم

رمضان میں سخاوت صرف مالی نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی اور جذباتی سطح پر بھی نمو پاتی ہے۔ رمضان نے مجھے سخاوت کا صحیح مفہوم سکھایا۔ رمضان۔۔۔ وہ مہینہ جو صرف خیرات کا نہیں، خُلق کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ یہ صرف مالی سخاوت کی دعوت نہیں دیتا، بلکہ دل، وقت، توجہ، برداشت اور محبت کی بخشش کا موسم بن کر آتا ہے۔ ہم نے سیکھا کہ سخاوت صرف دینے کا نام نہیں، بلکہ دل سے دینے کا نام ہے۔۔۔ ایسا دینا، جس میں نہ احسان ہو، نہ احساسِ برتری۔۔۔ صرف رضائے الٰہی ہو۔

رمضان نے پہلی بار یہ شعور عطا کیا کہ کسی غریب کو مسکرا کر دیکھ لینا بھی سخاوت ہے۔ غصے کے جواب میں نرمی سے بات کرنا بھی سخاوت ہے۔ کسی کی غلطی پر پردہ ڈال دینا بھی سخاوت ہے۔ مصروفیت میں سے وقت نکال کر کسی کا حال پوچھ لینا بھی سخاوت ہے۔ اور سب سے بڑھ کر۔۔۔ کسی کے ساتھ دل سے خیر خواہی کرنا، وہ عظیم ترین سخاوت ہے، جو روح کو سکون دیتی ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَىْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ (البقرہ: 273)

"اور جو کچھ بھی تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو، یقیناً اللہ اسے جانتا ہے۔"

یعنی تمہارے خلوص کو، تمہارے دل کی نیت کو، تمہارے چھپے ہوئے احسان کو۔۔۔ سب کو وہ رب دیکھ رہا ہے۔ رمضان نے سکھایا کہ اصل سخی وہ نہیں جو بہت کچھ دے۔۔۔ بلکہ وہ ہے جو دیتے وقت دل کو خالی نہیں، بلکہ خوش محسوس کرے۔ جو تھوڑا دے، مگر خلوص سے دے۔ جو احسان نہ جتائے، بلکہ شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے دینے والا بنایا۔

ہم نے جانا کہ سخاوت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وقت کی سخاوت: جب ہم کسی کی بات تحمل سے سنیں۔ علم کی سخاوت: جب ہم کسی کی رہنمائی کریں۔ دُعا کی سخاوت: جب ہم خاموشی سے کسی کے حق میں رب سے مانگیں۔ اور سب سے خوبصورت: دل کی سخاوت۔۔۔ جب ہم کسی کو معاف کر دیں، چاہے وہ معافی نہ مانگے۔

اب جب رمضان رخصت ہو چکا ہے۔۔۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا میری سخاوت صرف افطاری کے دستر خوان تک محدود تھی؟ یا میں اب بھی * مسکرا کر دینا، چپ رہ کر معاف کرنا، اور دل سے خیر خواہی کرنا سیکھ چکی ہوں؟ کیا میں اپنے لفظوں، وقت، توجہ اور دل کو رمضان کے بعد بھی بانٹ سکوں گی؟

یا اللہ! رمضان نے ہمیں دینے کا ڈھنگ سکھایا، اب ہمیں وہ دل عطا فرما جو تیرے بندوں کو دے کر خوش ہو، جو احسان نہیں، احسان کا شکر ادا کرے۔۔۔اور جو ہر عطا کو تیری رضا سے جوڑ دے۔ آمین یارب العالمین!

میرا مقصد زندگی

رمضان۔۔۔ایک مہینہ نہیں، ایک سوال ہے۔ وہ سوال جو ہر دن، ہر رات، ہر سجدے اور ہر بھوک میں مجھ سے پوچھتا رہا: "کیا تم جانتی ہو کہ تم یہاں کیوں ہو؟ تمہاری زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟"

میں اس سوال سے پہلے بھی واقف تھی۔۔۔ مگر رمضان نے جیسے اسے میرے سامنے رکھ دیا۔ جیسے ایک آئینہ ہو، جس میں میں نے صرف اپنا چہرہ نہیں، اپنی روح دیکھی۔ رمضان نے مجھے یاد دلایا کہ زندگی صرف جینا نہیں۔۔۔ جینے کے مقصد کو جاننا ہے۔ ہم دن رات مصروف رہتے ہیں، مگر کس چیز میں؟ ہم دوڑتے ہیں، کماتے ہیں، بناتے ہیں۔۔۔ مگر کیا کبھی ٹھہر کر سوچا کہ ان سب کے بعد بچتا کیا ہے؟ دل کا

سکون؟ روح کی تسکین؟ یا صرف ایک تھکا دینے والی مشینی زندگی؟ قرآن کی یہ آیت جیسے دل کے دروازے پر دستک بن گئی:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (الذاریات: 56)

"اور میں نے جن وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

یہ آیت میں نے کئی بار پڑھی تھی۔۔۔ لیکن رمضان میں، جب نیند قربان کی، جب بھوک سہی، جب دل کی گہرائی سے دعائیں نکلیں۔۔۔ تب پہلی بار سمجھ آیا کہ عبادت صرف سجدہ کرنا نہیں، بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے لیے جینا ہے۔ یہ مہینہ ایک محاسبہ تھا۔ کیا میرا وقت، میری صلاحیتیں، میری محبتیں۔۔۔ سب اللہ کے لیے ہیں؟ کیا میری ترجیحات میں وہ شامل ہے جس نے مجھے تخلیق کیا؟ کیا میری کوششیں اُسی کی رضا کی طرف رواں ہیں؟

رمضان میں جب دنیا کی چکاچوند کم ہو گئی، اور دل تنہائی میں اللہ سے جُڑ گیا، تب مجھے محسوس ہوا کہ اصل خوشی، دنیا کمانے میں نہیں۔۔۔ بلکہ خود کو پہچاننے میں ہے۔ اصل کامیابی، نام بنانے میں نہیں۔۔۔ بلکہ اللہ کا قرب پانے میں ہے۔ اور اصل مقصد۔۔۔ اللہ کو راضی کرنا ہے۔ جب آخری عشرے میں مسجد کی خاموشیوں میں، تہجد

کے سجدوں میں، دعا کے بہتے آنسوؤں میں، ایک سوال بار بار دل میں اٹھا: "یااللہ! کیا تو مجھ سے راضی ہے؟" تو جیسے دل نے دھڑکنوں میں جواب دیا: "تبھی تو رمضان بھیجا تھا۔۔۔تاکہ تم رک جاؤ، سوچو، اور اپنے اصل راستے کو پہچانو۔"

اب رمضان گزر چکا ہے۔۔۔ مگر میرے اندر ایک روشنی چھوڑ گیا ہے۔ ایک سوال چھوڑ گیا ہے، جو اب میری زندگی کی سمت بن چکا ہے: "کیا میں وہ زندگی گزار رہی ہوں جو میرا رب چاہتا ہے؟"

اے ربّ کریم! ہماری ہر سانس، ہر قدم، ہر خواب کو اپنے مقصد کے تابع کر دے۔ ہمیں وہ شعور عطا فرما، جو زندگی کو محض وقت گزارنے کے بجائے، ایک بندگی کا سفر بنا دے۔ اور جب ہم تیرے حضور کھڑے ہوں۔۔۔ تو دل کہے: "یارب! میں نے وہ زندگی گزاری جو تُو چاہتا تھا۔۔۔" آمین یارب العالمین!